

# تنوير الخواطر الحاضر والماضي



امام المناظرین حضرت علامہ  
مولانا محمد الشہداء صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ اشاعت العلوم  
پشاور، پاکستان

هَذَا كِتَابُ نَبِيٍّ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ  
پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے



# فہرست

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۱	گذرشش	۷	۱۶	شرح الاسلام ابراہیم کاسنی	۳۸
۲	چند مثالیں۔ مثال اول	۸	۱۷	حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ	۴۰
۳	مثال دوم۔ محمد اسحاق دہلوی سے	۱۱	۱۸	حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ	۴۲
۴	سوال و جواب	۱۹	۱۹	خان کے قول کا ایک جواب	۴۳
۵	مثال سوم	۲۰	۲۰	خان کے قول کا دوسرا جواب	۴۳
۶	مثال چہارم و پنجم	۲۱	۲۱	عارف صدیقی کا فرمان	۴۶
۷	مثال ششم	۲۵	۲۲	حضرت عمری علیہ السلام کا واقعہ	۴۸
۸	مثال ہفتم	۲۶	۲۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ	۴۹
۹	مثال ہشتم جواب اول۔ دوم	۲۷	۲۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ	۵۵
۱۰	جواب سوم	۲۸	۲۵	اعترافی	۵۷
۱۱	مسئلہ غیب و عقیدہ اہلسنت	۲۹	۲۶	جواب	۵۸
۱۲	فرمان علامہ قاری و نابین شرح	۳۰	۲۷	اعترافی	۶۳
۱۳	شرح عقائد	۳۱	۲۸	جواب	۶۴
۱۴	فرمان علی قاری و بار کے کشت	۳۱	۲۹	دوسرا باب	۷۰
۱۵	اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں	۳۲	۳۰	اعترافی۔ جواب	۷۰
۱۶	فرمان علی قاری	۳۲	۳۱	فرمان قطب شہرانی	۷۲
۱۷	فرمان محشی جلالین العارفان نصاری	۳۳	۳۲	صورت اول	۷۳

نام کتاب :- تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والماطر  
 مصنف :- امام المناظرین حضرت مولانا صوفی محمد اللہ تاج محمد اللہ تعالیٰ علیہ  
 کتابت :- ذاکر حسین باجوہ  
 اشاعت سوم :- اکتوبر ۱۹۹۱ء  
 تعداد :- اشاعت اول تا دوم = ۳۰۰۰  
 اشاعت سوم = ۲۰۰۰  
 ۱60  
 ہدیہ

ناشر :- ادارہ اشاعت العلوم اقصان سٹریٹ دکن پورہ لاہور۔ ۳۹  
 ملنے کا پتہ  
 ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد صوفی صاحب  
 دکن پورہ۔ لاہور



صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین
۱۰۳	۷۱	چوتھا اعتراض جواب دہ	۷۱	۷۲	صورت دوم و توضیح صورت اول
۱۰۵	۷۲	جواب دہ دیکھ بھریہ دیگر	۷۲	۷۳	فرمان محمدی الدین ابن عربی
۱۰۶	۷۳	جواب دہ بھریہ دیگر	۷۳	۷۴	فرمان علیہ السلام حبیبی شافعی
۱۰۷	۷۴	پانچواں اعتراض و جواب	۷۴	۷۵	فرمان علامہ علی قاری
۱۰۸	۷۵	چھٹا اعتراض	۷۵	۷۶	فرمان شاہ عبداللہ محمدی دہلوی
۱۰۹	۷۶	جواب دہ دہ	۷۶	۷۷	فرمان شاہ عبدالعزیز دہلوی
۱۱۰	۷۷	دھوکہ دہ دہ	۷۷	۷۸	فرمان خورشید الادویہ سیدی عبدالعزیز
۱۱۱	۷۸	اعلان	۷۸	۷۹	دہ بارغ
۱۱۲	۷۹	ساتواں اعتراض و جواب	۷۹	۸۰	فسرمان علامہ سبزوئی
۱۱۳	۸۰	آٹھواں اعتراض و جواب	۸۰	۸۱	فسرمان ابن حجر قسطلانی
۱۱۴	۸۱	نواں اعتراض و جواب	۸۱	۸۲	رد معاندین از علماء مرصادی
۱۱۵	۸۲	دسواں اعتراض و جواب	۸۲	۸۳	فسرمان ابن حجر
۱۱۶	۸۳	گیارہواں اعتراض و جواب	۸۳	۸۴	فرمان امام جمال الدین سبزوئی
۱۱۷	۸۴	بارہواں اعتراض و جواب	۸۴	۸۵	شرح الصدور
۱۱۸	۸۵	فرمان علامہ نووی شافعی سلم	۸۵	۸۶	دلائل گمردی کے جوابات
۱۱۹	۸۶	تیرہواں اعتراض و جواب	۸۶	۸۷	پہلا اعتراض
۱۲۰	۸۷	چودھواں اعتراض و جواب	۸۷	۸۸	جواب
۱۲۱	۸۸	اعتراض	۸۸	۸۹	دوسرا اعتراض
۱۲۲	۸۹	جواب	۸۹	۹۰	جواب
۱۲۳	۹۰	اعتراض و جواب	۹۰	۹۱	تیسرا اعتراض و جواب
۱۲۴	۹۱	اعتراض و جواب	۹۱	۹۲	

صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین
۱۲۵	۹۲	فرمان تفسیر خازن تحت آیت	۱۲۵	۹۳	اعتراض
۱۲۶	۹۳	اعتراض و جواب	۱۲۶	۹۴	نوٹ و جواب
۱۲۷	۹۴	دوسرا واقعہ - اعتراض	۱۲۷	۹۵	تیسرا باب
۱۲۸	۹۵	جواب	۱۲۸	۹۶	قرینہ دہ
۱۲۹	۹۶	اعتراض - جواب	۱۲۹	۹۷	ہمارا عقیدہ
۱۳۰	۹۷	دوسرا جواب - اعتراض جواب	۱۳۰	۹۸	خاص صاحب کی بن ترانی و اعتراض
۱۳۱	۹۸	اعتراض اولی	۱۳۱	۹۹	جواب - اعتراض - جواب
۱۳۲	۹۹	اعتراض ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، خامسہ	۱۳۲	۱۰۰	چوتھا باب - تفریق شہادت
۱۳۳	۱۰۰	سادسہ، سابعہ، ثامنہ	۱۳۳	۱۰۱	صورت اول نبی کریم کا مشاہدہ بالسر فناء
۱۳۴	۱۰۱	تاسعہ، عاشرہ جواب	۱۳۴	۱۰۲	دلیل اول عقلی
۱۳۵	۱۰۲	فرمان امام الاحناف علی قاری	۱۳۵	۱۰۳	دلیل دوم عقلی
۱۳۶	۱۰۳	خاص صاحب کی حماقت	۱۳۶	۱۰۴	دلیل اول عقلی
۱۳۷	۱۰۴	جواب - اعتراض	۱۳۷	۱۰۵	دلیل دوم عقلی
۱۳۸	۱۰۵	جواب اول، دوم، سوم، چہارم	۱۳۸	۱۰۶	صورت دوم نبی کریم کا مشاہدہ بالسریت
۱۳۹	۱۰۶	پہلا حیلہ - جواب - دوسرا حیلہ	۱۳۹	۱۰۷	فسرمان
۱۴۰	۱۰۷	جواب	۱۴۰	۱۰۸	علامہ علی نور الدین علی کافی
۱۴۱	۱۰۸	واقعہ انکس کی حقیقت	۱۴۱	۱۰۹	اعتراض - جواب
۱۴۲	۱۰۹	واقعہ غریب کہتے ہیں ایک جواب	۱۴۲	۱۱۰	اعلان
۱۴۳	۱۱۰	اعتراض	۱۴۳	۱۱۱	فرمان پرست نہایتی
۱۴۴	۱۱۱	واقعہ شہ پر اعتراضات	۱۴۴	۱۱۲	واقعہ حضرت زبیر بن العقیل



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۸	اہلسنت کی پہلی دلیل اور گھڑوی کا اعتدال	۱۱۵	گھڑوی کا معتدل اور سادہ و مفتی
۱۰۹	اہلسنت کی دوسری دلیل اور گھڑوی کا اعتدال	۱۱۶	احمد یار خان پر بہتان
۱۱۰	ایک معر اور اس کا حل	۱۱۷	فرمان ابن عباسہ قسطلانی
۱۱۱	ماکت تکرول فی هذا الرجل پر اعتراض	۱۱۸	خان صاحب کا ایک اور ہرمان
۱۱۲	گھڑوی کا معتدل عبد الرسول علیہ السلام	۱۱۹	جواب
۱۱۳	بہرے سے میزبانی	۱۲۰	گھڑوی کا اعتدال جواب
۱۱۴	تشریح میں مشورہ خیر اکرم کو صیغہ	۱۲۱	فرمان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۱۵	غالب سے خطاب کی وجہ	۱۲۲	فرمان خان ابن عثمان وکیل اہلسنت
۱۱۶	گھڑوی کا مدارج اثبوت اور احیاء السنن کی عبارت نہ سمجھنا	۱۲۳	ولائن الخیرات کی روایت
		۱۲۴	تفسیر المؤمنان کے متعلق خان صاحب کی من ترائی

# گزارش

ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ پر یہ بات واضح ہے کہ اہل سنت اور دہلیوں کے درمیان عقائد اور اعمال میں ایسا اختلاف ہے جس کا رفع جو نہایت مشکل ہے کیونکہ فرقہ دہلیہ نے کبھی متقی مسلک کی کوشش نہیں کی بلکہ سادہ مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں یہ ان کے بزرگوں کی پُرانی سنت ہے اور سر فراز خاں صاحب نے تو اس میں کمال بہادری کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دو صفتیں خوب ظاہر فرمائی ہیں ایک جہالت اور دوسری یہودیت۔ خاں صاحب گھڑوی کی اس روش نے بندہ کو مجبور کیا کہ اس کی کتاب تبرید النواظر کا جواب لکھوں۔ اس کے جاہلانہ استدلالات اور یہودیہ تحریکات کا انکشاف کروں اس لیے اس کتاب میں جو کہ ہدیہ قارئین ہے میں نے دو باتوں کا ہی اہتمام کیا ہے۔ خاں صاحب گھڑوی اور اس طائفہ دہلیہ کی تحریفات اور ان کے استدلالات کی تردید۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل تمام مسلمانوں کو عطا فرمادے اور اہل صاحب کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین

نیاز آگین محمد شاد دہلوی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَنُحَمِّدُهُ وَنُصَلِّىْهِ وَنُسَلِّمُ عَلٰى  
رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

ہیں تو اس طائفہ واپس بخدیہ کے یہودی صفت ہونے کی اتنی مثالیں ثابت  
ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن یہاں صرف  
چند مثالیں بطور نمونہ تحریر کی جارہی ہیں۔ تاکہ ہمارے دعوے کی دلیل ہوں۔

مثال اول

خان صاحب لکھڑوی نے اپنی کتاب تسوید النواظر پر  
احمد علی صاحب لاہوری کی تصدیق تحریر کی ہے۔ تحریر  
تصدیق کے شروع میں ان کا نام لیں لکھا ہے۔ اسوۃ الصالحا قدوة العلماء شیخ التفسیر  
حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

مگر صدغوس کے ساتھ ساتھ (دروازہ شیراز لاہور) نہ لکھا تاکہ رسوائی سے  
بچاؤ کی کوئی تصویرت باقی رہے اور اسی طرح شیخ التفسیر صاحب نے اپنی تحریر  
کے اخیر میں اپنے دستخط تو فرمائے لیکن یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ شیخ التفسیر صاحب  
کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ درست ہے کہ دل کا چور ضرور کھٹکتا  
ہے اسلئے علامہ شیخ التفسیر کی حقیقت شیخ اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں۔

دیوبندی حضرات کے عقیدہ کے متعلق حنفیوں کے مسلم العقیم محدث حضرت  
علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ شیخ جو حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے تبریک النواظر  
کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ حضرت علامہ قاری

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہتے ہیں..... اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش  
کیا ہے۔

"لَا يَلَانُ دَعْوَاهُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ الْمُسْلِمِينَ يَهْ خِيَالِ صَحِيحِ نَبِيٍّ هِيَ كِه  
رَسُولُ خُدَا صِلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي رُوحِ مُبَارَكِ مَوْمَنُوْنَ كِه گھروں ميں موجود ہے  
يَهْ عبارتِ شيخ التفسير نے تسويد النواظر سے کاٹ چھانٹ کر کے نقل کی  
ہے۔ تسويد النواظر کی اصل عبارت يَهْ ہے۔

"لَا يَلَانُ دَعْوَاهُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ الْمُسْلِمِينَ  
خال صاحب لکھڑوی نے يَهْ عبارت شرح الشفا علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ  
سے اس غرض کے ليے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر ناظر کو غلط ثابت کرے اور یہودیت  
کا خوب ثبوت دے۔ بندہ قارئین کے سامنے شرح الشفا کی صحیح اور پوری عبارت نقل  
کر دیتا ہے۔ پھر قارئین حضرات ان دونوں یعنی گرو اور جیلے کی عیاری پر غور  
فرمادیں۔ شرح الشفا شریف کی اصل عبارت يَهْ ہے۔

اِنَّهُ اَوْ فِي نَفْسِهِ خَيْرٌ اَلَمْ يَكُنْ فِي الْكَيْتِ اَحَدًا فَقَدْ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَخِي لَا يَلَانُ دَعْوَاهُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ  
ترجمہ: اگر اور بعض نسخوں میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس  
تو بحمدہ السَّلَامُ عَلٰى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے اس ليے دیا ہے کہ رُوحِ مُبَارَكِ آپ کی اہل اسلام کے گھروں میں  
موجود ہے۔

۱۔ تسويد النواظر ص ۱

۲۔ تسويد النواظر ص ۱۱

۳۔ شرح شفا جلد ۲ ص ۱۱



خان صاحب گھڑوی کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ لا اپنی طرف سے گھسیڑتے ہوئے شرم نہیں آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لیے یہ گہرا فحاشی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ "لا" رہ گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ بن کے پاس کتا رہا ہو جو دہے۔ انہیں میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کیا خان صاحب کس ایسے فنیہ طرف ہماری رہنمائی فرما سکتے ہیں جس کی اصل عبارت میں "لا" موجود ہو ملا علی سے کہتا ہے کہ اکیلے خان صاحب ہی کیا ان کا سارا طائفہ بھی یہ بت نہیں کر سکتا کیوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کی عبارت میں لفظ "لا" کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ حرف (امی) جو کہ حرف تفسیر ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ میرے بعد جملہ مفتیہ اور مشیت ہو۔ خان صاحب عربی گرامر سے بالکل نااہل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر عبارت میں لفظ لا داخل کر دیا جائے تو پورا جملہ یوں بنتا ہے۔

اَلَا تَلَوْنَ لَوْنًا رُوحًا خَلَقَهُ السَّلَامُ حَاضِرًا بِبُقَاتِ اَهْلِي  
الاسلام

اس صورت میں لفظ "لا" یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ جملہ نافیہ جس عقیدہ کی نفی کرتا ہے۔ اس جملہ سے پہلے ایک ایسا جملہ شبہ ہو جو اس عقیدہ کے خلاف کو ثابت کرے تو ایسے جملے کا ساری عبارت میں نام و نشان نہیں ہے۔ لہذا یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے اور کا ذہن کے بارے میں قرآن مجید کا فتویٰ مشہور ہے لَنْسُ اللّٰهُ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ۔ اب اس کا ذب کے مصدق شیخ التفسیر صاحب بھی اس انعام کے مستحق ہوں گے یا نہ۔ اگرچہ خان صاحب گھڑوی کی کتاب ایسی خیانتوں سے بھرپور ہے جن کا اظہار ان کے مواقع میں کیا جائے گا اب اس طائفہ و بیہنجریہ کے گرو گھٹالوں کی بھی سنئے۔

## مثال دوم محمد اسحاق دہلوی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال سی ام : مسجد بنا کر دن در گورستان برائے نماز و مکان دیگر برائے نشستیں و ماندن و راحت یا فتن مردمان از گرد و سرا و ہارش جائز است یا گناہ کد ام گناہ۔

جواب : مسجد بنا کر دن در مقامی و بر قبور یا حرام مستوجب لعنت است، حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر کبک بر قبور یا مسجد بنا کند لعنت فرمودہ اند چنانچہ در مشکوٰۃ شریف بروایت

ابوداؤد و ترمذی و نسائی حدیث مذکور است

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَجَرَ الْقُبُورَ وَالْمَجْدِينَ عَلَيْهَا الْمَسْجِدَ وَالشَّرِجَ السَّيِّئَ وَقَالَ الْمَدَنِيُّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي شَرِجَةَ عَنْ الْمَشْكُورَةِ (تَفَاهُتُهُ) أَنَّكَ ذَا الْمَسْجِدِ عَلَيْهَا لِأَنَّ الصَّلَاةَ فِيهَا بِسِتَانِ بَسْتَانِ الْيَهُودِيِّينَ عَلَيْهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَمَسَاجِدَهُمْ مَسَاجِدَ تَهْتَكُ مُحَمَّدٌ اسحاق نے حضرت ملا علی قاری کی عبارت نقل کرنے میں کمال خیانت کی ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت مرقاۃ کی۔ ملا علی قاری کہتے ہیں۔



قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اشْمَا حَرَّمَ اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا لِأَنَّ فِي  
الصَّلَاةِ فِيهَا اسْتِثْنَاءٌ لِلْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَقِيلَ عَلَيْهَا  
يُتَبَيَّنُ أَنَّ اتِّخَاذَ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا لَا بَأْسَ بِهِ وَقِيلَ عَلَيْهِ  
قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَةُ اللَّهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى  
الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَمُصَلِّيهِمْ مَسَاجِدَ لَهُمْ

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ماک نے کہا ہے کہ جہاں پر مسجید  
حرام کی گئی ہے۔ قبروں پر مسجد بنانا اس لیے کہ اس مسجد میں نماز گزارنا یہودیوں  
کے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ انتہی یعنی اتنا ابن ماک کا قول ہے اس کے بعد خود  
فرماتے ہیں کہ حدیث میں عیسا کی قید یہ فائدہ دیتی ہے کہ قبر کے ایک طرف  
مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن قاری حضرت اسحاق بن عیسیٰ کی دیانت داری دیکھیں کہ ابن ماک کے  
قول کو علی قاری کا قول قرار دے دیا اور علی قاری کی اصل عبارت بضم کر گیا۔ اب  
ذرا اسحاق صاحب سے بچوں کو ملاحظہ فرماویں۔

### مثال سوم

اس طائفہ واپس بخدیہ کے گرووں کی فہرست میں رشید احمد  
نگوہی اور خلیل احمد انیسوی کا نام بھی آتا ہے بلکہ رشید احمد نگوہی تو ان کے عزت  
اعظم ہیں اس عزت الاعظم کے حکم سے ایک کتاب بھی لکھی۔ جس کا نام برابرین قاطعہ  
ہے اور لکھنے والے خلیل احمد صاحب انیسوی ہیں وہ اس کتاب کے صراح پر کہتے  
ہیں شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو (یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام) دیوار

شعبہ - دانش سرگرمی و اسحاق دہلوی

مکتبہ - مکتبہ شریعہ مشکوٰۃ

کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
ہیں کہ بعض لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے  
دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ لا اَصْلَ لَهُ کَا جملہ مارج البیوت میں  
موجود ہے اب قاری ابن خود فیصلہ فرما دیں کہ لَاقْتُ كَبِيرَ الصَّلَاةِ كَوَقْلُ كَرَا وَكَانَتْهُمْ  
مُسْكِرَى كُوْجُوْرًا جَانَا دِيَانَتِ سَبِيْءٍ بِدِيَانَتِيْ۔ اب ذرا اس عزت الاعظم کے چہرے  
سے تھوڑا سا نقاب اور اٹھا دیتا ہوں۔

رشید احمد کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ اوّل ما تَخْلُقُ اللّٰهُ تَوْحِيْدِيْ اور لو لَآكُنْ مَا خَلَقْتُ  
اَلْاَفْلاَکَ یہ دونوں صبیح حدیثیں ہیں یا وضعی زبان کو وضعی بنا آ ہے۔

جواب :-

یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل  
صَاحِبُ اللّٰہِ تَوْحِيْدِيْ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

ملاحظہ ہو عبارت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

بدانکہ اوّل مخلوقات واسطہ	جان تو کہ اوّل مخلوقات اور واسطہ
صدور کائنات واسطہ خلق آدم و عالم	صدور کائنات اور واسطہ خلق عالم اور
نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در	آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نور محمد ہے
حدیث صبیح وارد شد کہ اوّل ما تَخْلُقُ	حبیب کہ صبیح حدیث میں آیا ہے۔
اللہ تَوْحِيْدِيْ	اوّل ما تَخْلُقُ اللّٰہُ تَوْحِيْدِيْ

کہیں جناب گنگوہی صاحب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان چھپانا مستحب  
یہود ہے یا نہیں۔

شعبہ - فتاویٰ رشیدیہ کولہ ص ۱۵

شعبہ - مارج المیزت جلد ۲ ص ۲



مثال چہارم۔ ذرا سنئے شرح حصن حصین جس کے شارح قطب الدین محدث دہلوی ہیں۔ اس کا ایک قدیم نسخہ جو کہ ۲۵۲ھ ہجری میں عبدالغفور شاہ جہاں آبادی کے مطبع میں چھپا تھا۔ میرے پاس موجود ہے اس میں ایک حدیث اور اس کی شرح یوں موجود ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ عَقْلًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَتَعْبُدُونِي  
يَا عِبَادَ اللَّهِ أَتَعْبُدُونِي

اور جو چاہے مدد اللہ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیے کہ کہے اے بندو اللہ کے مدد کرو میری اے بندو اللہ کے مدد کرو میری۔ نقل کی ہے یہ طبرانی نے فی قول راوی کا ہے۔ میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج میں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ اور نزدیک ہے ساتھ اسی کے فتح مقصود و کذا الفخر والمعالی

اس طائفہ و طبعیہ نجدیہ نے خیانت سے کام لیتے ہوئے بیک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت بڑھا دی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور عباد اللہ سے مراد فرشتے ہیں۔

مثال پنجم۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سورہ بقرہ کے ترجمہ میں خیانت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وَلْيَكُونِ الزَّمَانُ عَلَىٰ لِقَامِكُمْ شَهِيدًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

وإشاد رسول شما بر شما گواہ زیر کہ او مطلع است بر نبوت بر رتبہ ہر

متدین ہیں خود کہ ور کد ام در جہاز ویں من رسیدہ و تحقیقت ایمان او پست و حجاب کہ دہاں از ترقی و تجویب ماندہ است کد ام است پس اوی شناسد گاہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

اس کا ترجمہ فارسی سے اردو محمد علی چاند پوری نے کیا ہے جو کہ مطبع رحیمیہ دیوبند میں چھپا ہے اس نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ دہلوی کی سند بجا لا کر اس کا صرف یہ ترجمہ لکھا ہے۔

کیونکہ رسول اسباب نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک کون ایمان ان کا پتہ چاہے اور کونسا امر یعنی پروردہ ترقی سے مانع ہوئے محمد علی چاند پوری نے یہ ترجمہ اپنی بڑولی کی بنا پر کیا ورنہ اگر محمد علی جیسے ولیہ ہوتے تو ترجمہ لفظ بہ لفظ کر دیتے اور آخر میں کہہ دیتے کہ یہ عبدالعزیز صاحب کی اپنی رائے ہے اس لیے مردود ہے اَلْمَوْثِقَيْنِ عَلَىٰ نَفْسِهِ

مثال ششم۔ آدم بر میر مطلب۔ اہل سنت و جماعت کی مساجد میں نمازوں کے بعد نبی اکرم علیہ السلام پر صلوٰۃ و سلام بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے خان صاحب لکھنوی اور ان کا گروہ اس کا رخصت بھی مسلمانوں کو منع کرتے ہیں، خان صاحب نے اپنی کتاب میں حدیث اور علماء کرام کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اور تراجم میں تحریف کر کے ذی کبیہ جھٹک کی ممانعت ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے اور تحریر فرماتے ہیں۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام کسی وقت آواز بلند ذکر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے ان کو منع فرمایا اور کہا۔

اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصْحَمَ وَلَا غَابِيَا۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار



رہے جبکہ تم تو سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو پھر منذ آواز سے چلانے کا کیا فائدہ ہے۔  
یہ عبارت خان صاحب کی کتاب کی ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ وہابی  
کبھی تحریف سے باز نہیں آسکتے کیونکہ اس میں ان کی قدیم سنت ہے اور جو تحریف  
نہ کرے اس کے وہابی ہونے میں شک ہے۔ خان صاحب نے حدیث پاک کی پوری  
عبارت کیوں نہیں نقل کی اس لیے کہ ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ بخاری شریف  
میں یہ حدیث یوں مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
أَقَالَ لِمَا فَجَّحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَكَ النَّاسُ عَلَى كَذِبٍ  
هَرَقُوا أَصْوَابَهُمْ بِالشَّكْبِ لِيَلْبِسُوا  
أَعْيُنَهُمْ لِرَأْيِهِ بِاللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْبَعُوا عَنِّي لَكُمْ  
أَنْتُمْ فَتَدْعُونَنَا أَمْ سَمِعْتُمْ فَلَا حَرْبَ بَيْنَكُمْ  
تَدْعُونَنَا سَمِعْتُمْ بَيْنَكُمْ فَهُوَ مَعَكُمْ

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ لڑی  
جب اس پر متوجہ ہوئے لوگ ایک وادی  
پر چڑھے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند  
کیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی پہرے  
اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع اور  
قریب کو پکارتے ہو سو وہ تمہارے  
ساتھ ہے۔

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں یہاں فَعُوا اصْوَابَكُمْ  
کہاں ہے اور بلند آواز سے چلانے کا کیا فائدہ ہے یہ کون سے جملے کا ترجمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے  
حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گڑھنے والوں کے حق میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ  
بھی سے مٹتی نہیں اور آوازوں کو نرم کرنے کے حکم سے ذکر باہر کی ممانعت کیسے ثابت

سے تسویر النواظر ص ۲

سے بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۰۵

ہوگئی۔ ٹھیک ہے اگر عقل و دانش ہوتی تو وہابی کیوں جنتے۔ قرآن نے فیصلہ فرمادیا ہے  
کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہ ادبی شعور ختم کر دیتی ہے اس کے بعد انھما کے چند حوالے  
نقل کر دیے جن کو اصل مسئلہ کے ساتھ تعلق ہی نہیں بھلا کہاں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا  
جن کو دعائے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہاں ذکر الہی بہر حال یہ عدم شعور کی وجہ ہے۔  
مثال مفتاح قاری کی شرح مشکوٰۃ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ علی قاری فرماتے ہیں۔

قَالَ بَعْضُ عُلَمَاءِ نَابَاتِ نَجَفِ  
الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ وَكَوْنُهُ بِالذِّكْرِ حَرَامًا

ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ آواز  
بلند کرنا مسجد میں اگرچہ ساتھ ذکر کے ہو  
حرام ہے۔

اس حوالہ کی نقل میں بعینہ اسی طرح خیانت کی ہے جس طرح محمد اسحاق دہلوی  
کا حوالہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ ابن مالک کے قول کو علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب  
کر دیا اور علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول ضم کر لیا۔ اگر خان صاحب کو بعض قائلین حرمت  
کا علم نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں۔

فِي الْحَدِيثِ الشَّامِيَةِ أَقُولُ اضْطَرَّابٌ  
كَلَامُ الْبُحَارِيِّ فِي ذَلِكَ رَأَى دَفْعَ الصَّوْتِ  
بِالنَّكْبِ فَتَدْعُو قَالَ إِنَّهُ حَرَامٌ فَتَدْعُو  
قَالَ إِنَّهُ حَرَامٌ

حاشیہ شامیہ میں ہے کہ میں کہتا  
ہوں دفع الصوت بالذکر میں بڑا زبرد  
کے قول میں اضطراب ہے کبھی اس  
نے حرام کہا ہے اور کبھی جائز۔

اب لا علی قاری کا مذہب ملاحظہ ہو۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے  
باب التمرین نقل کیا ہے کہ

سے تسویر النواظر ص ۲

سے تسویر النواظر ص ۲



عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَلَمَ  
فِي الْوُضْءِ قَالَ مُبَاجَّانًا لَمَلِكٍ  
الْقُدُّوسِ الْبَرِّ ذَا الْوُدِّ وَالْكَرَامَةِ  
وَرَدَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَبْصُرُ  
فِي رِجَالَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَرَاءِ قَالَ إِنَّ  
أَبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقْعُدُ إِذَا اسْتَلَمَ سَجْدًا الْعَرِيفِ  
اللَّهُ وَمِنْ شَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ  
بِالسَّالِثَةِ .

علی القاری رحمہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں ۔  
قَالَ الْمُطَهَّرُ هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ  
بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللَّهِ لَا بِتَجَاوُزِ  
الْجَنَابِ الرَّبَّ يَذْكُرُ هَذِهِ الْكَلِمَاتُ وَتَنْفِيضُهَا  
لِلْمَلَائِكَةِ أَيْ كَاطِفًا لِنَفْسِهِ مِنْ رِقْدَةٍ  
الْفَقْلَةِ وَابْتِغَاءَ بَرَكَاتِ الذِّكْرِ الْمَقْدُورِ  
مَا يَنْبَغِي أَنْصَرَفَتْ إِلَيْهِ مِنَ الْخَلْقِ أَوْ  
وَالْمُتَحَرِّجِ وَالْمُحَرِّجِ وَالْمَدْرِكِ طَبَقًا أَقْبَى  
الْمَعْبُودِ بِالْعَبْدِ وَنَشْهُدُ لَهُ كَقَوْلِهِ وَابْتِغَاءَ

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲

سَمِعَ صَلَوَةً وَبَعَثَ الشَّيْخَ يَحْتَرُ  
اخْفَاءُ الذِّكْرِ لِأَنَّهُ الْبَدَنُ مِنَ الرِّيَاءِ  
وَهَذَا مُتَعَلِّقٌ بِالْمَقَالَةِ

لے بھی کر شہادت دیں گے ذکر  
کے لیے تمام خشک اور تر جواز نہیں  
گے اور بعض مشائخ نے اخفاء کو  
پسند کیا ہے کہ ریاء کی مداخلت نہ ہو  
اور اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔  
کیوں جی خاں صاحب آنکھوں سے وہاں بیت کا پردہ دور ہوا نہیں  
اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں  
وَدُرِّينَ حَدِيثٍ دَلِيلٌ اس حدیث شریف میں جہر کے ساتھ  
بِرِشْرَعِيَّتِ جہر ذکر و اس ثابت است ذکر کی مشروعیت پر دلیل ہے اور یہ  
بے شبہہ بلاشبہ ثابت ہے۔

اگر اب بھی خان صاحب کے مرض قلبی میں تخفیف نہیں ہوئی تو ان کے  
حکیم اہل امت اشرف علی تھانوی کی نوکان سے دوائی لا دیتے ہیں۔ ہمارے غرض  
صرف خاں صاحب اور ان کے طالبہ کی شفا ہے۔ حکیم الامت کے فتویٰ مذکور  
ذیل کو ملاحظہ فرمادیں۔ حکیم الامت کہتے ہیں ۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَهْلَهُمْ مَنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ  
ظاہر ہے کہ منع ذکر بدوں اطلاع ذکر ممکن اور اطلاع بدوں جہر غیر مشروع ہے  
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۲

۲۔ اشعۃ اللمعات ص ۵

۳۔ پ ۲۰ البقرہ آیت ۱۱۳



لَا أَلْفَ حَيْثُ خِلْفُ الرِّمَاءِ وَالَّذِي الْمَصْبُورِ  
أَوْ الرِّمَاءِ فَإِنْ خِلْفُ الرِّمَاءِ كَمَا كُنْ لِقَاضٍ نَقْلُ الْعِلْمِ أَعْمَرُ فَفَضْلُ

جاء الاحتمال بطل الاستدلال ولو سلمنا كتحقيق معنى امر امره

قَالَ فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ بَعْدَ الْمُنْعِ مِنَ الْجَهْرِ وَهَذَا بِالْحَوَاقِ  
أَمَّا الْعَوَامُ فَلَا يُمْتَنَعُونَ مِنْ تَكْبِيرِ وَلَا تَقْدِ اصْلًا بِسَلَا  
رَغْبَتِهِمْ فِي الْخِيَلِ بِحَرْ ١٢ قَوْلُهُ، فَلَا يُمْتَنَعُونَ لَا تَحْسَرُ  
الْمُتَابِعَةُ إِلَّا كَقَوْلِهِ فِي حَقِّهِمْ وَقَدْ يُقَالُ وَلَا زِمَ  
عَدِمَ الْكِرَاهَةِ وَقَوْلُهُ اصْلًا أَيْ لَا يَسْرُ وَالْجَهْرُ فِي  
التَّكْبِيرِ شَامِي



اگر حکیم الامت جناب اشرف علی صاحب تھانوی کے کس سہل سے بھی خان صاحب کی طبیعت صاف نہ ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ وہ یہ ہے کہ یا تو اشرف علی صاحب حکیم الامت ہی نہیں یہ دم خواہ خواہ اُن کے پیچھے لگائی گئی ہے یا یہ کہ خان صاحب گھٹروسی ہی مریض و علاج ہیں۔ یہاں پر ایک دفع دخل مقدر بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ان عبارتوں سے تو جہر کے ساتھ ذکر الہی کرنا ناجائز ثابت ہوا لیکن اہلسنت نمازوں کے بعد بالخصوص نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام حلقہ باندھ کر بڑے زور و شور سے پڑھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ شفا شریف قاضی عیاض میں مذکور ہے۔

رَوَى أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا بَيْنَ يَدَيْهِ كَيْلٌ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ رُحْمًا وَرَبَّنَا يَقُولُ تَذَرْنِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قَالَتْ إِنَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِذَا ذُكِرْتَ ذُكِرْتَ مَعِي قَالَ (بَلْ شَيْءٌ مِمَّنْ جَعَلْتَ شَيْءًا)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کہ جب ریل علیہ السلام میرے پاس آئے پس کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس صورت پر آپ کا ذکر کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ثوب جاتا ہے کہ جب ریل علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب میں ذکر کیا جاؤں گا۔ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ ابن عساکر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایمان کو آپ کے ذکر سے تمام کیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے پس جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ہی ذکر کیا۔

مثال مشتمل: خان صاحب گھٹروسی کہتے ہیں۔

متاخرین نے ذکر باجہر سے متعلق کیا کہا ہے اس سے بحث نہیں ہے۔

دیکھنا صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ صحابی نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی فرماتے ہوئے مسجد سے خارج کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو تمہارا لیے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند کرے اس چیز کو میں بھی تمہارے لیے پسند نہیں کرتا۔ . . . اور ابو علی اتقاری حنفی نے حدیث اقلبا تکلفا کی شرح میں صحابہ کرام کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کا گروہ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔

جواب اول: رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کسی کام کو پسند نہ فرمانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام کرنا ناجائز یا حرام ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کاموں کو پسند نہیں فرمایا جن میں سے بلند عمارات بنانا بھی شامل ہے اور صحابہ کرام اچھا لباس، عمدہ کھانے، جگہ جو تیاں بہک پہننا پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ قریب ہی بیان کریں گے تو کیا خان صاحب کے نزدیک یہ مذکور بالا کام ناجائز اور حرام نہیں۔

جواب دوم: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن لوگوں کو











وَبِالْجُمْلَةِ نَعْلَمُ بِالْغَيْبِ أَمْ تَتَذَكَّرُ بِهِ اللَّهُ تُكَذِّبُ  
لَا سَبِيلَ لِمَنْ يَلْعَبُ إِلَّا بِأَعْلَانٍ مِنْهُ وَانْهَاهُمْ بِطُرُقِ  
الْمَعْجِزَةِ أَوْ أَنْصُرْهُمْ مِنْهُ أَوْ أَنْتِزِقْ إِلَى اسْتِدْلَالِهِ  
بِبَلَاءٍ مَا كُنْتَ فِيهَا يُنْفِكُ فِيهِ ذَلِكَ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب ایک ایسی چیز ہے جو اللہ پاک کے  
ساتھ خاص ہے۔ بندوں کو اس طرف کوئی راستہ نہیں مگر اللہ کے بتلانے  
یا بذریعہ الہام بطور معجزہ یا کرامت کے یا جس معاملہ میں علامات سے استدلال  
ممکن ہو

علی القاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں :-

لَقَدْ عَلَّمْتُمْ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْمُنْتِجَبَاتُ  
مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا مَا عَلَّمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى  
یقین کر تو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غائب چیزوں کو نہیں  
جانتے مگر باعلام اللہ تعالیٰ .

نبراس شرح شرح العقائد میں ہے۔

التَّحْقِيقُ أَنَّ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الصَّغِيرِ  
وَالْعِلْمِ الْإِسْتِدْلَالِيِّ وَقَدْ لُطِقَ الْقُرْآنُ بِغَيْبٍ عَنْهُمْ مِنْ  
سَوَاءٍ تَعَالَى قَمْنًا إِذْ عَمِيَ اللَّهُ يَكْفُرُ مَنْ  
صَدَّقَ الْمُدَّعَى كَفَرُوا وَمَا عَلِمَ بِحَاسَّةٍ أَوْ ضَرَّةٍ

أَوْ دَلِيلٍ فَلَيْسَ بِالْغَيْبِ وَلَا كُنْ فِي دُعَاةٍ لَا فِي تَصْدِيقِهِ  
عَنِ الْحَزْمِ فِي الْيَقِينِ وَالطَّنِّ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ وَبِهَذَا  
التَّحْقِيقِ لَنْدَفِعَ رَأْسُكَ فِي الْأُمُورِ الَّتِي يَزْعُمُ أَنَّهَا  
مِنَ الْغَيْبِ وَتَبَيَّنَتْ .

تحقیق یہ ہے کہ علم غیب اسے کہتے ہیں جو جو اس خسر علم ضروری مسلم  
استدلالی سے غائب اور تحقیق قرآن نے ایسے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا انفس  
کی سے پس جو کوئی ایسے علم غیب کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔  
اور اس کا مصدق بھی کافر۔ لیکن جو جو اس خسر علم ضروری یا علم استدلالی  
کے ذریعے جان لیا جائے وہ غیب مطلق نہیں اس کا دعویٰ کرنے سے کافر  
نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مصدق کافر ہے۔ چاہے تصدیق یقینی ہو یا ظنی  
اور اس تحقیق سے ان تمام امور میں سے اشکال دور ہو جاتے ہیں جو کہ غیب  
مکان کے جاتے ہیں اور اصل میں وہ غائب نہیں ہوتے۔

مَنْ يَكُونُ مَذْرُوعًا يَسْمَعُ أَوَّلَ الْبَصَرِ أَوَّلَ الْبَصَرِ فَاحْذَرُهَا  
أَخْبَارَ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّهُمْ مُتَّفَقُونَ عَلَى أَنَّ الْعَرَجِيَّ أَوْ مَنْ خَلَقَ  
الْفِلْسُفُ الضُّعُفُ فِيهِمْ وَمِنْ أَتَى فِي الْقُرْآنِ عَلَى  
حُكْمِهِمْ ثَابِتًا أَخْبَرَ النَّبِيَّ لَأَنَّهُ مُتَّفَقٌ عَلَى أَنَّ  
أَوَّلَ مَا صَلَحَتْ أَوْ مِنْ الْمَكَامِ الْمُنِيِّ أَوْ مِنَ الْمَطْطَرِ فِي  
السُّوَحِ الْمُحْفُوظِ وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ أَهْلِ الْكُتُبِ  
وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّ التَّكْفِيرَ حَاصِلٌ بِمَنْ يَدَّعِي  
عِلْمَ الْغَيْبِ أَوْ يَزْعُمُ الْعُقُومَ مُدْبِرَةً بِإِسْتِدْلَالِهِ



کیوں کہ ان کا اور اک سننے یا دیکھنے یا کسی دلیل کے ذریعے ہوتا ہے۔  
ان امور میں ایک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں ہیں جو کہ بذریعہ وحی یا  
علم ضروری جو کہ پیدائشی طور پر انہیں دیا گیا ہے یا ان پرچیزوں  
کے مشکف ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اولیاء کی خبریں کہ ان کے  
وہ یا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا رُویا صاکنہ یا الہام الہی یا لوح محفوظ دیکھنے  
کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور یہ اہل کشف سے ثابت ہے اور اکثر محققین  
نے کہا ہے کہ تکفیر خاص اُس شخص کے ساتھ ہے جو بالاستقلال علم جاننے  
یا سادوں کے مدبر ہونے کا گمان کرے۔

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف کے بارے میں  
فرماتے ہیں۔

فَإِذَا انْكَشَفَ جَعْلَانِ الْحَقُّ لَهُ أَنْ ذَاكَ ذَلِكَ الشُّورُ  
فَيَنْتَقِوْهُ أَيْ أَنْ يَنْبَغُ يَنْشُرَ الصُّورُ وَيُطْبَعُ  
الْمُسَبَّدُ عَلَى حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ وَيَتَجَلَّى لَهُ الْغَيْبُ وَ  
غَيْبُ الْغَيْبِ ۝

جب جمال حق بندہ پر منکشف ہو جاتا ہے تو نور باطنی تقویت  
میں تک پکڑ جاتا ہے کہ اس بندے کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے اور اطلاع  
پاتا ہے بندہ اور حقائق اشیا کے اور روشن ہو جاتا ہے کس کے  
لیے غیب اور غیب الغیب۔

اس نور باطنی کے بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔  
۱۱) اَتَشْفُو قُرْآنُكَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بَعْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ  
اس کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ أَمَّا وَحْيُ أَمِيٍّ إِصْلَاحٌ عَلَى مَا فِي الصُّلُوحِ بِسَوَاطِعِ  
أَنْوَارِ أَشْرَفٍ عَلَى قَنَبٍ فَجَعَلَتْ لَهُ بِهَا الْحَقَائِقُ وَقَالَ  
الْفَلَقِيُّ عَزَّ وَجَلَّ بِفَضْلِهِمْ بِأَنَّهُمْ أَهْلُ قِلَادَةٍ عَلَى مَا فِي  
صَمِيمِ السَّاسِ وَبَعْضُهُمْ بِأَنَّهُمْ مَكَّةُ شَفَاةُ الْيَقِينِ  
وَمَعَايِشَةُ الْغَيْبِ ۝

شرح مساوی نے فرمایا ہے کہ فرست اطلاع علی مافی الضمائر ہے  
بوجہ اس نور کے جو کہ بندہ کے قلب پر روشن ہو جاتا ہے پس اس نور کی  
روشنی کے سبب بندہ پر حقائق روشن ہو جاتے ہیں اور علامہ غلظی نے  
کہا ہے کہ بعض نے فرست کی یہ تعریف کی ہے کہ اطلاع علی مافی الضمائر  
کو فرست کہتے ہیں اور بعض نے مکاشفہ یقین اور معايشہ غیب کہا ہے  
اور اس حدیث شریف کے بارے میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ حَسَنٌ

۱۲) (إِنَّ لِلَّهِ تَقَاتٍ عِبَادًا يَنْشُرُونَ النَّاسَ بِوَحْيٍ يَطْبَعُونَ  
عَلَى مَا فِي صُغَائِرِهِمْ وَأَمَّا إِلَهُهُمْ رَبُّ الْمَرْسَمِ  
أَيْ بِالْمَعْرِفَةِ ..... قَالَ أَمَّا وَحْيُ عَزَّ وَجَلَّ  
بِحَجَرِ شُهُودِهِ فَجَادَ عَلَيْهِمْ بِكُشْفِ الْبَصَائِرِ عَنْ الْبَصَائِرِ  
فَأَبْصَرُوا بِهَا بَوَاطِنَ النَّاسِ ۝



بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اطاعت ہے ان لوگوں کے دلوں اور حواس پر بذریعہ فراست علامہ ماضی نے کہا ہے کہ غرق میں اللہ تعالیٰ کے بحر شہود (مشاہدہ حق) میں اٹھا دیئے اللہ نے ان کی آنکھوں سے پردے پس وہ اس تحف کی وجہ سے لوگوں کے اندر دینی حالات دیکھتے ہیں۔

(الْحَكِيمُ وَالسَّيِّدُ عَنْ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الشَّيْخُ حَدَّثَ حَسَنُ الْكَابِرِ مُعْتَقِنِ اَهْلِ سُنَّتٍ وَجَمَاعَتِ كَيْسِ تَحْقِيقٍ سَعَى بِهَ بَاتِ صَافٍ ظَاهِرٍ هُوَ كُنَى كَرِغَابٍ عَلَى اَطْلَافِ بَانِي دَرِيْعَةٍ هِيَ وَحْيُ الْهَلِي، الْهَامِ الْهَلِي، مَكْنُفٌ وَحْيٍ اَوَّلِ الْهَامِ بِوَقْتِ ضَرُورَةٍ هُوَ تَابَ لِيَكُنْ مَكْنُفٌ حَالَتِ اسْتِمْرَارُهَا بِهَ جَيَا كَهْ مَسْرُوحٍ بِالْاَحَادِيثِ مُبَارَكَةٍ سَعَى ظَاهِرٍ لِيَكُنْ اسَ فِي التَّغَاتِ اَوَّلِ عَمِ التَّغَاتِ اَلِي مَكْنُفٍ كَوَيْحٍ دَخَلَ بِهَ۔

خان صاحب لکھنؤوی اور ان کے مُصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کو ہر وقت عالم ماکان و مایکون مانتے ہیں مآثر الشریعہ اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے جو اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مغیبات پر اطلاع دیتا ہے۔ ذریعہ اطلاع اگرچہ کوئی بھی ہو اور اس عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی ہے۔ ہم امام اہل سنت سیدنا و مولانا شاہ احمد رضا رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کر دینے کے بعد دلائل نقل کریں گے۔

اِنَّ الْيَسْمَ اَمَّا ذَاتِي اِنْ كَانَ مُصَدَّرَةً ذَاتُ الْفَاعِلِ لَا مُنْخَصَرَةً فِيهِ بِغَيْرِهِ عَصَاوُ لَا سَبَابُ وَاَمَّا عَطَايَا اِذَا كَانَ الْبَلْعُ عَرْمَ قَالَا وَلَمْ يُخَصَّرْ بِالْمَعْنَى سُبْحَانَهُ وَتَكَادُ لَا يُمَكِّنُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ

اَشْبَثَ شَيْئًا مِنْهُ وَلَوْ اَذْنِي مِنْ اَذْنِي مِنْ ذَرَّةٍ لَا حَبِيرٍ مِنَ الْعَالَمِينَ فَقَدْ كَفَرُوا اَشْرَكَ وَبَارِدٌ هَلَاكٌ وَالثَّانِي مُخْتَصَرٌ لِيَعْبَادِهِ وَمَنْ اَشْبَثَ شَيْئًا مِنْهُ لِلَّهِ تَعَالَى فَقَدْ كَفَرَ

(الدولة المكيّة ص ۸)

بیشک علم دو قسم پر ہے ذاتی کہ اس کا صدور ذات عالم سے ہی ہو اسی میں کسی کی عطا اور سبب کو دخل نہ ہو۔ عطائی جو کسی کے عطا کرنے سے ہو۔ پس قسم اول اللہ تعالیٰ سے خاص ہے غیر کیلئے ممکن نہیں جو ایک ذرہ سے بھی کم کسی کے لیے ثابت کرے کہ فرادہ شرک ہے اور قسم دوم اللہ کے بندوں سے خاص ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن پس جو قسم کا علم اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دو کے مقام پر فرماتے ہیں

اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے اس کے بتائے ایک حرف بھی کوئی نہیں جان سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض محبوب کا علم دیا پھر فرماتے ہیں۔ ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم اللہ بت جائیں اور عطا الہی سے بھی بعض علم ہی غنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

یہ ہی عقیدہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَالِكٌ الْغَيْبُ لَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ

لے : الدولة المكيّة ص ۸

لے : خلاص الاعتقاد ص ۸ : خلاص الاعتقاد ص ۸

لے : لپ الجوز ص ۸ : بیت ۲۸ - ۲۹



اور فرمایا :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ

یہاں پر چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں جن سے وہابیہ نجدیہ کے اکثر اعتراضات کا عدم ہو جائیں گے۔

۱ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عالم الغیب بالذات کی نفی فرمائی ہے۔

۲ : عالم الغیب اسی ذات کو کہا جاسکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہانہ کفر قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مطلقاً عَلٰی الْغَيْبِ کہا جاسکتا ہے یعنی غیب پر اطلاع پانے والے۔

۳ : باطنی معلومات خواہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوں۔ ظاہری معاملات کے سرانجام دینے کی بنیاد اُن پر نہیں رکھی جاتی مگر بحکم خداوندی و اگر تمام معاملات عادت اور دنیا کے اصولوں کے مطابق ہی انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

قَالَ النَّاسِمْ لَا يَنْفَعِيْ بَلْعَاكُمِ اِلَّا يَقْضِيْ قَعْنَآرٍ يَعْنِيْهِ دُونَ عَلَيْهِمْ غَيْرُهُ مَعَ اَنْ عَلِمَهُ اَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ عَيْنِيْ ۚ  
حاکم کو سنراوا نہیں کہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دے۔ جب تک کہ وہ معلومات کسی دوسرے سے حاصل نہ ہوں۔ خواہ علم قاضی کا دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہی ہو۔

سنہ : ۱۰۴۱ ہجری شریف جلد ۲ ص ۱۰۴

خان صاحب گھڑوی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جن واقعات سے ان کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ :-

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبَشْرٰى قَالُوْا سَلٰمٰط  
قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاؤْا بِمَجْلِحَيْنِذِه فَلَمَّا  
رَاٰى اٰنِيْدِيْهُمْ لَا تَصِلْ اِلَيْهِ لَنُكَرِهْنٰهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ  
خِيفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّ اَنْ سَلٰمًا اِلٰى قَوْمٍ لُّوْطٍ ۚ

اور البتہ آپکے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام وہ بولے سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا۔ ایک کچھڑا ملا ہوا پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں آتے کھلنے تک ان سے متوجس ہونے اور کھٹکا دل میں ان سے ڈر، وہ بولے مت ڈر ہم (فرشتے) ہیں بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف سے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد خان صاحب یوں گہر فٹانی فرماتے ہیں۔  
اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں میرے سامنے اور میرے روبرو آسمان دنیا سے نیچے اترے ہیں پھر فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے لیے کچھڑا کیوں فرج کیا۔ پھر بخون تل کر سامنے کیوں لا رکھا جب معلوم ہے کہ فرشتے نکھاتے ہیں نہ پتہ ہیں۔ پھر علیہ مذاق ان سے کیوں کیا اور دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر

۱ : پ ۵۰۵ آیت ۵۰۵ - ۵۰۶ : تسوٰی النواظر ص ۱۰۴



تھے تو ان کو پریشانی کیوں لگتی ہوئی حالانکہ اس بڑے عقیدہ کے اعتبار سے وہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی ..... اس واقعہ سے جہاں ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اس کے ساتھ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جمیع ماکان و مایکون کا علم بھی نہ رکھتے تھے۔

خان صاحب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا تمہارے نزدیک عین ایمان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس واقعہ کو مسدّد حاضر و ناظر اور علم غیب سے کیا تعلق ہے۔ کیا یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام ایک امتی مومن صالح سے بھی کم ہیں۔ حالانکہ ایسے واقعات کی حقیقت پر تو ہر وہ انسان اطلاع پاسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرست ایمانی عطا فرمائی ہو۔ جیسا کہ ہم انفقاً قرآنہ المؤمنین فابنہ یفسر بنور اللہ (الحديث) کے ماتحت شارح کا قول نقل کر آئے ہیں۔  
مزید سنئے:-

علی القاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو سَلَيْمَانَ الدَّارِيُّ الْفَرَّاسِيُّ مَكَشَفَةُ  
النَّفْسِ وَمُعَايِنَةُ الْغَيْبِ

ابو سلیمان الدارنی نے فرمایا ہے کہ فرست مکاشفہ نفس اور معائنہ غیب کا نام ہے۔

۱۔ تسمیہ النواظر ص ۳۵ ۲۔ شرح فقہ اکبر ص ۴۰

اگر دیانتداری کے ساتھ غور کیا جائے تو اس واقعہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اول امر میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں کی طرف پورا پورا التفات نہ فرمایا جیسا کہ مہمانیت کے لفظ سے ظاہر ہے اور مہمان نوازی جس کا آپ پر انتہائی غلبہ تھا اس کے تقاضوں کو پورا فرمایا، لیکن جب مہمانوں کے کھانا نہ کھانے پر آپ نے ان کی طرف توجہ تمام فرمائی تب ان کی حقیقت آپ پر ظاہر ہو گئی۔ آپ جان گئے کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کا آنا خطرہ سے خالی نہیں۔ وگرنہ تو اللہ کے خلیل جو مردود اور اس کی تمام رعایا سے نہ ڈرے وہ تین آدمیوں سے کیوں ڈرتے۔ کیا طائفہ دہلا بیہ تجدید کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ ہی شان ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ اب سنئے کہ مفسرین کرام نے واقعہ میں کیا کچھ فرمایا ہے۔

العارف النصارى رحمه الله عليه حاشية جلالين فرماتے ہیں

إِنْ قُلْتَ كَيْفَ يَخَافُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ مِنْهُمْ مَعَ كَوْنِهِ  
خَلِيلَ الرَّحْمَنِ وَهُمْ مُحْصُورُونَ فَإِنَّ بَيْتَهُ أَجِيبُ  
بِأَنَّ خَوْفَهُ لِمَا رَأَى فِيهِمْ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ فَصَبَّغَتْهُ خَوْفَهُ  
مِنْ رَبِّهِ لَا مِنْ ذَوَاتِهِمْ لَه

اگر تو کہے کہ ابراہیم علیہ السلام باوجود اللہ کے خلیل ہونے کے ان سے کیوں ڈرے اور حالانکہ وہ (مہمان) ان کے گھر کے اندر تھے تو جواب یہ ہے کہ خوف ان کو تب ہوا جب انہوں نے مہمانوں میں جلال الہییت الہی کو ملاحظہ فرمایا تو دراپنے رب کا ٹھکانہ کہ ان کا







## حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا واقعہ تقریباً ابراہیم السلام کے واقع سے ملتا جلتا ہی ہے اور بعینہ وہی اعتراض جو ابراہیم علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ وہی حضرت لوط علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ لیکن خان صاحب کی عیاری ملاحظہ ہو کہ وہ واقعات مذکورہ فی القرآن سے صرف وہ ہی محکم نقل کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کر سکیں۔ یہ اس بات کی روشنی میں ہے کہ وہابیہ تجدید کا پورے قرآن پر ایمان نہیں دگر نہ تو قاعدہ یہ ہے کہ جو واقعہ متعدد مقامات پر مذکور ہو۔ ان تمام مقامات کی مطابقت کے پیش نظر نتیجہ نکالنا چاہیے۔ لوط علیہ السلام کی لاعلمی پر مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيقًا بِهِمْ وَصَاقَ بِهِمْ  
رِزْقًا وَقَالَ هَذَا يَوْمُكُمْ عَذِيبٌ لَّهُ  
دُوسَرُکَ۔

قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ  
حَضْرَتِ لُوطِ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر ہے اول سورہ ہود جو کہ خالص صاحب نے نقل کیا ہے۔ تمام دوئم سورہ حجر میں۔

۱۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۷۷

۲۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۸۱

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ الْكَافِرُونَ قَالَ لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ  
مُنْكَرُونَ قَالُوا بَلْ مَجْنُونٌ يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ قَالُوا

پھر جب بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم تو ناؤیدہ لوگ ہو۔ انہوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں تمہاری قوم کے لوگ شک کرتے ہیں۔

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم مُنْكَرُونَ کو کس بات کی ترجمانی کی تھی جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ ہم تو عذاب لے کر آئے ہیں۔

مدارک شریف میں ہے۔

(فَلَمَّا جَاءَ الْكَافِرُونَ قَالَ لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ  
مُنْكَرُونَ قَالُوا بَلْ مَجْنُونٌ يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ قَالُوا

أَحْمَى لَا أَغْنِي عَنْكُمْ آتِي هَلْ يَكُنْ لَكُمْ دَرَكٌ السَّيْرِ وَلَا أَنْتُمْ

مِنْ أَهْلِ الْخَضِرِ فَأَحَافُ أَنْ تَضُرُّوا فَعَزَّ بَشِيرٌ (قَالُوا بَلْ

جِنَّتُكَ يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ قَالُوا بَلْ مَجْنُونٌ يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ

يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ قَالُوا بَلْ مَجْنُونٌ يَمُوتُ كَمَا كَانُوا فِي يَوْمِهِمْ

تَشْفِيكَ مِنْ أَغْدَايِكَ وَهَقَّ الْعَذَابُ بِكَ

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے آپ

۱۔ پ ۱۲ الحجر غ آیہ ۶۳ - ۶۱۔

۲۔ مدارک جلد ۲ ص ۲۳



نے کہا کہ تم نادیدہ لوگ ہو۔ یعنی نہ تم مسافر ہو اور نہ ہی اہل قریہ ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے کسی مصیبت میں نہ ڈال دو۔ فرشتوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ چیزیں کر آئے ہیں جن میں تمہاری قوم شک کرتی ہے یعنی ہمارا آنا اس لیے نہیں جس کی وجہ سے آپ ہمارے آئے کو ناپسند فرما رہے ہیں بلکہ ہم تو ایک ایسے کام کے لیے آئے ہیں جس میں آپ کی اپنے دشمنوں کی طرف سے خوشی اور تشفی ہے۔ وہ عذاب ہے۔

اب خان صاحب ہمیں بتائیں کہ جب اول ملاقات میں ہی فرشتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسلی اور تشفی کر دی تھی تو بعد کے واقعہ سے لاعلمی پر دلیل کچھ نہ کہہاں کی دیانت داری ہے۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب گاہڑ دی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جو کہانی بیان کی ہے اس کا اکثر حصہ من گھڑت ہے اور جو اعتراضات کئے ہیں وہ لایعنی خان صاحب نے تو چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے بلا دلیل اعتراضات کئے ہیں لیکن ہم دلائل کے ساتھ ان کی جہالت اور کجور باطنی کاشتوت دیتے ہیں۔

### خان صاحب کا قول

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو جب ان کے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا مشورہ کیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ قصہ معلوم ہونا چاہیے تھا ؟

## جواب

بیٹوں کی سازش کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے ہی سے پتہ تھا اسی لیے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا تھا کہ اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی خفیہ تدبیر کریں گے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصُوا رُؤْيَاكُمْ عَلَىٰ إِخْوَتِكُمْ  
فَيَكِيدُوا لَكُمُ الْكَيْدَ ۚ ۱۰

آپ نے فرمایا اے بیٹے اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا و تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔

### خان صاحب کا قول

پھر جب بھائی کمزور میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال آئے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نکال لاتے۔

## جواب

خان صاحب آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں حالانکہ صبر و رضا کے معاملے میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ ترین مقام پر ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے بیان کو ٹھٹھلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو واقعہ اس طرح نہیں بلکہ یہ تو تمہارے نفسوں نے تمہیں سازش سوچائی ہے۔ لیکن میں صبر جمیل ہی سے کام لوں گا۔



قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

ترجمہ وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ مزید تسلی چاہتے ہو تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کر لو۔ آپ کی شہادت کی خبریں کثرت کے ساتھ ہمارے آقاؑ نے مادر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ لیکن آپؑ نے کوئی لب کشائی فرمائی اور نہ ہی اپنے نواسے رضی اللہ عنہ کو کربلا جانے سے منع فرمایا بعینہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے صبر اختیار فرمایا۔

**خان صاحب کا قول**

پنیر کے مومن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ہمارے باپ خدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہرگز نہ کرتے۔

**جواب**

خان صاحب آپ کے اس استدلال سے تو یہ بات بھی واضح ہو گئی حضرت یعقوب علیہ السلام مومن بکدولی یا انبیاء کے بیٹوں کا یہ بھی عقیدہ نہ تھا کہ خدا حاضر و ناظر ہے ورنہ یہ سازش نہ کرتے۔ لہذا ان پیغمبرِ اہل اور طائفہ و ماہیہ نجد کے نزدیک خدا بھی حاضر و ناظر نہیں۔ ان کے اس عقیدہ پر بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن ہم ان کے گرد گھنٹال رشید احمد لنگوہی کا صرف ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سے ۱ پ ۲ یوسف ۱۸ آیت

ایک دفعہ لنگوہی کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت لنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی دعوت میں تشریف فرما تھے حضرت لنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے پھر حضرت نے فرمایا تو ادب کے ساتھ جت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ بچیں گے تو کہنے دو۔

کیونکہ خان صاحب جی تہا رے طائفہ کے نزدیک خدا حاضر و ناظر ہے یا نہیں ہرگز نہیں اور اگر رشید احمد کا عقیدہ ہوتا کہ خدا حاضر و ناظر ہے تو ہرگز بھرے مجمع میں اپنے معشوق کوٹا کر ساتھ نہ لیتے اور نہ جانے کہ بھی کیا رہے تھے۔ بعینہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا معاملہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر خدا کا نبوت سوار تھا اور رشید پر ..... بیشک جس کو اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آئے وہ کس سے بھی شرم نہیں کرتا۔ آدم برسر مطلب۔

**صاحب معالم التنزیل کا قول**

لَوْ لَا أَنَّ دَاحِيَةَ هَٰذَا دَرَبًا (قرآن)

کے ماتحت معالم التنزیل میں ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ وَ أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ دَاحِيَةَ صُورَةَ يَعْقُوبَ وَ هُوَ يَقُولُ لَهُ يَا يُوسُفُ تَفَعَّلَ عَمَلَ السَّفَهَاءِ وَ أَنْتَ مَكْتُوبٌ

سے دارالوحیہ مکتبہ اشرف علی تھانوی ص ۳۹



فِي الْأَنْبِيَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَسَعِيدُ بْنُ جَبْرِ وَمُجَاهِدٌ وَعِكْرَمَةُ  
وَالضَّحَّاكُ إِنْ فَرَّجَ لَهُ سَقْفُ الْبَيْتِ فَرَأَى يُعْقِبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
عَاصًا عَلَى اصْتِغَابِهِ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا مَثَلُ لَهُ يُعْقِبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِهِ  
فَخَزَجَتْ الشَّمْعَةُ مِنْ أَنْفِ صِلِهِ

قنادہ اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے  
حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی آپ فرما رہے تھے اسے یوسف تو  
بیوقوفوں کا سامل کرے گا؟ حالانکہ تیرا نام انبیاء کی فہرست میں تحریر ہے اور کہا کہ ابن  
سعید ابن جبیر، مجاہد، عکرمہ، الضحاک نے کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یوسف  
علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا اپنی انگلی دائیں میں  
پکڑے ہوئے تھے اور سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت  
کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صورت مثالی میں حضرت یوسف علیہ السلام  
کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا ہاتھ ان کے سینے پر مارا بس شہوت انگلیوں کے  
ذریعے خارج ہو گئی۔

اس کے علاوہ اور بھی اقوال مذکور ہیں جو اس واقعہ کے منافی نہیں کیوں کہ  
علامہ عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے  
بِالْجُمْلَةِ فَقَدْ كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَوَارِدَاتُ فِي هَذَا الشَّانِ  
اس واقعہ سے یعقوب علیہ السلام کا علم بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مسئلہ

۱۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ بر حاشیہ خازن ص ۲۳

۲۔ صاوی شریف جلد ۲ ص ۲۳

حاضر و ناظر بھی۔ اب خان صاحب چاہے کہتے ہی الٹ بیچ کھائیں لیکن کوئی بھی  
دانشمند اتنے جلیل القدر تابعین انھوں میں سید المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس  
رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں ٹیس ٹیس ٹٹنے کے لیے تیار نہیں۔ باقی رہنا ہر ہی معاملہ  
سوا اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حکم الہی کے پابند ہوتے ہیں  
اور غاصب کو کچھ بھی شہور ہو تو سرچیں کیا یعقوب علیہ السلام کا صبر کیا تھا گھر بیٹھے رہنا عدم علم کی  
دیس ہے تو کیا یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے والد کا پتہ نہ تھا اور ان کی محبت کا احساس  
نہ تھا وہی آپ اطلاع بیچ بیٹے مگر بات وہی ہے کہ ظفر بن ابی حکم الہی کے پابند تھے۔

پھر یعقوب علیہ السلام کا فرمانا:

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا

ترجمہ: مقرب اللہ تعالیٰ میرے سب بیٹے آئے گا۔

پھر فرمایا: يٰلَيْتِي أَذْهَبُوا فَتَحَسُّوْا مِنْ يُّوسُفَ وَأَحْيُوْا

ترجمہ: اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی یا مین کو تلاش کرو۔

پھر آپ کا فرمانا:

إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَلَأَ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بھائیوں نے جو کچھ یوسف علیہ السلام سے برتاؤ کیا تھا وہ تو جانتے تھے  
اور کہیں سے نکل جانے کے بعد جو کچھ ہوا وہ جانتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یعقوب  
علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کے حال سے آگاہ تھے۔ اور یہ آگاہی اللہ کی طرف سے  
تھی۔ ذریعہ خواہ کوئی بھی ہو کیونکہ ہمارے عقیدہ میں یہی ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کسی سے  
پوشید رکھے اس پر کسی صورت اطلاع نہیں پائی جاسکتی۔

۱۔ پ ۱۳ یوسف فتح ایت ۸۳ - ۲۔ پ ۳ یوسف فتح ایت ۸۹



## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

تینا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واقعہ سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ بعض علم جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کو نہ تھا جو علم خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا وہ ملاقات سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور ملاقات سے وہ بھی آپ پر ظاہر ہو گیا اور ملاقات صرف موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات جملانے کے لیے تھی کہ فسوق سے بچ کر ذیٰ علیہم علیہم اس واقعہ سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ امور عظیم جن کا علم ان کے لیے ضروری ہوتا ہے ان کا علم عطا فرماتا ہے اور کسی کے لیے غیر ضروری معلومات نہیں دیتا کہ علم اور علم کی شان نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ طائفہ و ماہیت تجدید ترازو کے رانسیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم تو لے کے لیے کیوں بیٹھتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ گروہ اپنے پیروں پر مشدائیں علیہ اللعنة کے حاضر و ناظر ہونے اور اس کے علم کی نفی کرنے کے لیے کبھی درپے نہیں ہوتے۔ بیشک اپنے بزرگوں کی تمقیص شان کس کو گوارا ہے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے خان صاحب کا استدلال تو خان صاحب کی کمال جہالت پر روشن دلیل ہے۔ جہلا وہابی اور قرآن کا فہم دو متضاد چیزیں ہیں میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہڈ ہڈ نظر نہ آیا۔ فرمانے لگے! کیا وجہ ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا یا واقعی وہ غائب ہے اگر ہڈ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتا سکا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی حکم عدولی پر میں اسے فرج ہی کر دوں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ہڈ ہڈ آیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سب کو چلا گیا تھا وہاں سے کچھ ایسے پیش ہوا اور دل کش حالات اور معلومات فراہم کر کے لایا ہوں کہ آپ کو ان کی خبر تک نہیں ہڈ ہے پوچھنے کو اسے گستاخ اور بے ادب و میاں تو نے یہ کیا کہہ دیا کہ مجھے ملک سب کا حال معلوم ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کے پیغمبر تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے لاڈلے تاج و تخت کے ملک جو امر حکومت کر نیوالے اور جنات پر تسلط رکھنے والے ان کو یہ معلوم نہیں اسے ہڈ تو نے غضب فساد حضرت سلیمان کی جلالت شان اور عظمت کا خیال نہ کیا ان کے علم کو تو نے گھٹایا ناپا اور تو لا چل دے ہڈ بھی وہابی ہو گیا۔

خان صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو عوام کو دھوکہ دیا ہے اس معاملہ میں تو خان صاحب کی خبر ہم خود لیں گے۔ لیکن اتنا تو خان صاحب ہی سے پوچھنا ہے



کہ خان جی آپ ﷺ رسول اللہ، کلمہ پڑھتے ہیں یا لا الہ الا اللہ رسول اللہ جو کہ ہد کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ہو۔ ہد کے قول کی بنیاد تو کوئی نہیں ہے تھی نہ کہ ظن پر و نہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم میں طعن کرنا تو صریح منافقت ہے جسے آج کل عرف عام میں دہا بیت کہتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کریں گے کہ کسی ایماندار نے بھی انبیاء علیہم السلام کے قول، فعل، علم میں طعن کیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَتَقُولُوا لَنَا مَا نَحْنُ  
وَقَوْلُهُمَا النَّاسُ وَأَلْحَجَّادَةُ أَعَدَّتْ الْكَافِرِينَ

منافقوں کا ثبوت ہم پیش کر دیتے ہیں۔ مقتدا اور غیر مقتدا دہا بیوں کے

امام و پیشوا علامہ لغوی معالم التشریل میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

قَالَ سُدِّيٌّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَرِضْتُ عَائِي أَمَّتِي فِي صُورِهَا فِي الْبَيْتِ كَمَا  
عَرِضْتُ عَائِي آدَمَ وَأَعْلَمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي

وَمَنْ يَكْفُرُ بِي فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِينَ فَقَالُوا  
إِسْتَهْزَأَ أَهْلَهُمْ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ  
يَكْفُرُ بِهِ مِمَّنْ لَمْ يَحْكَمْ مَعَهُ وَمَا يَسْرِفُ فَبَلَغَ  
ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ  
عَائِي الْمُنْبَرِّ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ  
مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِيَّ عَنِّي لَا تَسْأَلُونِي  
عَنِّي شَيْئًا فِيهَا بَيْنَكُمْ بَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا تَبَاتُكُمْ

بہا سدی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میرے  
ساتھ اپنی اپنی صودہ پر مٹی میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور  
جہان میں نے جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو میرا انکار کرے گا۔ پس یہ خبر جب منافقوں  
کو پہنچی تو انہوں نے استہزا کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے  
جو اس پر ایمان لائے گا جو اس کا انکار کرے گا۔ ان میں سے جو ابھی پیدا نہیں  
ہوئے حالانکہ وہ ہم کو نہیں پہچانتا جب یہ بات منافقوں کی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے سنی آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا،  
کیا حال ہے ان قوموں کا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہیں پوچھو گے تم کوئی چیز  
آپ سے قیامت تک ہونے والی گر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

اس حدیث شریف سے یہ دو باتیں ثابت ہو گئیں اول یہ کہ خان صاحب  
اور ان کا طائفہ کوئی نوح انسانی میں سے ہیں دوسرے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی وصت علمی۔ آپ آئیے اصل مسئلہ کی طرف۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَيْدَ هَذَا أَمْ كَانَ مِنَ  
الْعَائِيِينَ وَكَعْدَ بَنِي عَبْدِ آبَا شَدِيدًا أَوْ لَا أَذْجَنَةً  
أَوْ لِبَارِئَتِي بَنِي سُلَيْمَانَ مِمَّنْ نَعِمْتُ هَئِنِ يَعْبُدُ فَقَالَ  
أَحْطَتْ بِكَ أَلَمِ تَحْطَبُ بِهِ وَجَنَّتْكَ مِنْ سَكَاوِ بَنِي  
يَقِينِي

اور حاضری لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد کو یا ہے



وہ غائب اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس  
سند صریح پھر بہت دیر نہ کی کہ ہڈ ہڈنے آکر کہا کہ میں لے آیا خبر ایک چیز کی  
کو سچہ کو اس کی خبر تک نہ تھی اور آیا ہوں میں تیرے پاس ملک سب سے ایک  
تحقیقی خبر لے کر آیا

خان صاحب (صا) اور (ام) کی حقیقت سے ہی ناواقف ہیں ورنہ دھوکہ نہ  
کھاتے اور اگر واقف ہیں تو دانستہ طور پر عوام کو دھوکہ دیا ہے مآلہ لا ادری  
الغڈ ہڈ میں ما استفہامیہ ہے اور استفہام کی قسموں میں ہی سے ایک قسم  
استفہام اختیاری بھی ہے اور اُم کان و سن الغائبین میں ام شک کے مترادف  
نہیں بلکہ بل کے مفہوم میں ہے۔ اور ام منقطعہ ہے یعنی اپنے سے باقی اور  
ما بعد میں تعلق کو منقطع کرتا ہے تو معنی مآلہ لا ادری الغڈ ہڈ اُم کان و سن  
الغائبین کا یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ ہڈ کو میرے نہ دیکھنے کی کوئی دوسری  
وجہ ہے اور خود ہی فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ غائب ہی ہے اس کی مثالیں قرآن مجید  
میں اکثر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
پہلے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ وَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ اس آیت مبارک  
میں بھی ہمنو (د) استفہام اختیاری کا ہے اور ام بل کے معنوں میں ہے اور  
اضراب استثنائی ہے معنی آیت کا یہ ہے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو نہیں بلکہ اللہ  
ہی زیادہ جانتا ہے۔ اگر خان صاحب کے فہم کے مطابق ام کو اوشکیہ کے معنوں  
میں مراد لیا جائے تو معنی آیت کا یہ ہوگا کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ یعنی  
شک ہے اس بات میں کہ مخالف زیادہ جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور شک

بھی کس کو اللہ تعالیٰ کو اور یہ مراد بالکل باطل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت  
سلیمان علیہ السلام کو ہڈ کے غائب ہونے میں شک نہیں بلکہ یقینی علم تھا  
دوسری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک ہڈ کا جرم ہی  
محقق نہ تھا تو سزا سنانا کیسا؟ تیری دلیل یہ ہے کہ اگر ہڈ کا غائب ہونا محقق  
نہ تھا تو آپ نے یہ کیے فرمادیا۔ اَوَلَيْسَ لِيْ بِسُلَيْمٰنٍ مُّبِيْنٌ یا بیان کرے میرے  
سلنے اپنے غائب ہونے کی معقول وجہ۔ جب ہڈ کے غائب ہونے میں ہی  
شک ہے تو یہ مطالبہ کیسا؟ لہذا خان صاحب کی غول غول کی کوئی حقیقت نہیں اور  
خان صاحب کا یہ فرما کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو  
وہ ہرگز نہ فرماتے۔

قَالَ سَتَلْقٰهُ اَمَدًا قَاتًا اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاٰبِيْنَ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو  
ہر گز کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے

خان صاحب ذرا یہ فرمائیں کہ مشاہدہ فی الحال کیا علم کے منافی ہے  
ہرگز نہیں ورنہ تو اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کا کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے۔

هَلْیٰ دُبَّكُمْ اَنْ يَّخْلُقَ عَدُوًّا لَّكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْجَلُوْنَ فِی الْاٰرْضِ

فَيُطْلَقَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ

عقرب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو جاک کر دیکھا اور تم کو زمین میں خدا  
دیکھا پھر دیکھے گا تم کیے عمل کرتے ہو



کیا اللہ تعالیٰ یَعْلَمُ مَا بَیْنِ اَیْدِیْکُمْ وَ مَا خَلْفَکُمْ کی شان نہیں رکھتا اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو واقعی علم نہ تھا تو سَنَنْظُرُ نہ فرماتے بلکہ سَنَسْتَعْتَفُ فرمادیتے۔ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تمہاری طرح حق پوشی سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کو عالم کل نہیں مانتے بلکہ ہمارا ایمان اس بات پر ہے کہ آپ کے منصب کے لائق اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم ضرور عطا فرمایا تھا۔ یہاں پر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُدُود کے جہد کی اور کذب کا علم نہ تھا تو خط کیوں کھدوایا اور اس کے پہنچانے کی پوری تعلیم کیوں دی۔ چاہئے تھا کہ پہلے ہُدُود کے صدق اور کذب کی تحقیق کرتے پھر کاروائی جاری فرماتے باقی رہا ہُدُود کا قول اَحْطَثَ یَسَا اَنَّمْ تَصِیْطُ یہ سو یہ ظاہر کے اعتبار سے تھا کیونکہ ہُدُود جانتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک سبائک سفر نہیں فرمایا اس لیے ملک سبائک کی آپ کو اطلاع نہیں۔ ورنہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ہُدُود نے حقیقی طور پر آپ کے علم کی نفی کی تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہُدُود کو مَا فِی الْعَشْرِ ذِکْرِ کی اطلاع کیسے ہوئی؟ کیا غیر انبیاء پر بھی وحی نازل ہوتی ہے یا جانور بھی کشف کے ذریعہ مَا فِی الْعَشْرِ ذِکْرِ پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ وحی تو یقیناً غیر نبی پر نہیں آتی اگر ہُدُود کے لیے کشف ثابت کیا جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گا۔ اگر ہُدُود کے قول کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع نہ تھی تو آپ کے خدام میں سے مغزیت کیسے مطلع ہوا جو تخت لانے کو تیار ہو گیا تھا پھر آصف بن برخیا کو علم کیسے ہوا جو تخت لے بھی آئے حالانکہ انہوں نے کوئی تحقیق و تحقیق نہ کی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب نے بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ایک مختصر واقعہ ایسے انداز سے تحریر کیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل خواہ خواہ خان صاحب کے نام نہاد عدل و انصاف کی داد دینے لگتا ہے اور تقریباً ڈیڑھ صفحہ سیاہ کر دیا اور یہ تمام کوشش اس لیے کی کہ داؤد علیہ السلام کی لاطنی ثابت کرے اصل واقعہ صرف یہ ہے۔

وَكَاثُ الرُّمَّانِ مَعْقَمًا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّبْ فَذَهَبَ  
يَابُنْ إِخْذَاهُمَا فَقَالَتْ مَا جِئْتُهَا إِلَّا ذَهَبَ بِرَبِّكَ  
وَقَالَتْ الْأُخْرَى إِنْ شَاءَ ذَهَبَ بِرَبِّكَ فَتَحَا كَمَتَا إِلَى دَاوُدَ  
فَقَضَى بِهِمُ الْكَبْرَى فَخَرَجْنَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ  
فَاخْبَرَنَا فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِالسَّكِينِ أَشَقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ  
الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ هَرَابَتْهَا فَقَضَى  
بِهِمُ الصُّغْرَى

دو عورتوں کے ساتھ ان دونوں کے دو لڑکے تھے ان میں سے ایک سا بیٹا بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ میرا لڑکا بھیڑیا لے گیا ہے۔ پھر انہوں نے داؤد علیہ السلام سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام



کے پاس گئیں انہیں کہانی سنائی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ چہری  
لاؤ میں اس لڑکے کے دو حصے کر کے دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔  
پس چھوٹی نے کہا کہ آپ ایسا ذکر کریں لڑکا اسی کا ہے لیکن بڑی کچھ دہولی  
آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔

خان صاحب سمجھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کی بات کو بچا بھریا۔  
حالانکہ عربی عبارت میں کوئی جملہ ایسا نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو۔  
کیا خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ ان کو داؤد علیہ السلام کے مافی الضمیر  
کی کس طرح اطلاع ہو گئی یا دانستہ طور پر لفظ اللہ خلق انسان کے الفاظ  
کا شوق کو داؤد علیہ السلام صاحب یہ جواب دیں کہ کیا قاضی یا مفتی کے لیے ضروری  
ہے کہ مدعی اور مسائل کو پہلے سمجھا لیں کہ پھر فیصلہ یا فتویٰ دے کیا شریعت  
میں اس قانون کو ثابت کر سکتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ اگر مدعی ثبوت دہلی بہم  
پہنچا دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر ثبوت انکار بہم پہنچا دے  
فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ اور قاضی کو ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلہ کرنے کا حق حاصل  
نہیں۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جس نے ثبوت استحقاق بہم پہنچا  
دیا۔ آپ نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور خان صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت  
سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کی حالت اضطراری دیکھ کر جان لیا کہ فیصلہ  
حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ بھی ثبوت ہے کیونکہ خود خود آپ کے پاس مقدمہ  
لے گئیں تھیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ فیصلہ حقیقت  
کے خلاف ہے تو انہوں نے بغیر حکمت عملی کے کیوں نہ چھوٹی کا لڑکا دلوادیا۔

درا بھی کیے کہتے تھے۔ وہ خان صاحب کی طرح جاہل تو نہ تھے۔ آپ قانون فقہاء  
کے واقف تھے کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک حقیقت کا خود اقرار کرے  
فیصلہ ناممکن ہے۔ اسی لیے آپ نے چھری لانے کا حکم دے کر بڑی کی زبان حال  
سے اور چھوٹی کی زبان حال سے حقیقت کا اقرار کروایا اور پھر فیصلہ حقیقت کے  
مطابق دے دیا۔ خان صاحب اگر اپنی نظروں سے حسد اور بغض کی پٹی اتار کر دیکھیں  
تو ان پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کرنے کا حق تو اللہ تعالیٰ نے  
بھی اپنے لیے نہیں رکھا۔ باوجود اپنے بندوں کے اقوال اور اعمال سے واقف ہونے  
کے پھر تمام اعمال کی فہرست تیار کر لے کے لیے فرشتے مقرر فرما دینے میں تاکہ  
حقیقت کا خارج میں ثابت ہو جانے کے بعد فیصلہ فرمایا جائے۔ لہذا اس واقعہ سے  
داؤد علیہ السلام کی شانِ علیت پر کوئی دھبہ نہیں پڑتا۔

خان صاحب سمجھتے ہیں۔

### اعتراف

فریقِ مخالف کے اعلیٰ حضرت مجددِ وقت مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی اپنی مشہور کتاب مفتوحات حصہ دوم

ص ۴۹ پر رقمطراز ہیں ”ابھی سیدی سلجھی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز  
دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے،  
دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوئی تھی  
فرمایا سوئی مدھکی سوتے میں جان ڈال لی تھی عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا  
جہاں وہ سو رہی تھی۔ کوئی اور پٹنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پٹنگ خالی تھا فرمایا  
اس پر میں تھا سو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوا نہ اس کے ساتھ ہے۔“



اس واقعہ پر خان صاحب عاشقہ آرائی فرماتے ہیں: حضرات ہمیں تو یہ حوالہ نقل کرتے بھی شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں۔ دیکھا کہ ان بیویوں کے علم غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کی مرید کی ہم بہتری کے وقت بھی ان کے پروہر مشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ چشم خورد دیکھتے ہیں۔

**جواب** اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ یحییٰ نہیں نقل فرمایا بلکہ روایت یحییٰ کی ہے۔ لیکن خان صاحب گکھڑوی کو کیا علم کہ اس واقعہ کے اصل راوی کون ہیں اور یہ کس کا واقعہ ہے۔ خان صاحب گکھڑوی کی عبارت سے قبل ہم یہ واقعہ بینہ نقل کرتے ہیں۔

یہ واقعہ جن کو پیش آیا تھا ان کی تشریف کتاب الابرار کے اختتام پر یوں مذکور ہے: نجم العرفان، امام البیان، سید نصر، قطب وقتہ سیدی احمد بن المبارک السجاسی اور ان کے شیخ غوث الاولیاء والعارفین سیدنا عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور یہ واقعہ ان دونوں عظیم الشان ہستیوں سے متعلق ہے سیدی احمد سجاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنِّي جَمَعْتُ بَيْنَ ذَوْجِي ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَيْتٍ قَدْ اجْتَدَدْتُ  
مَنْعَ اخْتِادِ هُمَا مِنْ بَيْتِيهَا بِمَنْكِبَيْهَا فَبَاثَتْ كُلَّ رَاجِدٍ  
وَبَنَّهُمَا عَلَى فِرَاشٍ وَخَذَا قَرِيْبَةً أَنَا عَلَى فِرَاشٍ وَخَلَوْنِي وَبَقِي  
فِرَاشُ رَاجِعٍ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَبْتَ عَيْبُهُ أَحَدٌ شَعَدَ عَيْنِي نَفْسِي  
إِلَى دَخْلِهِ إِخْذَ الرُّوْجَيْنِ فَوَطَّئَهَا ظَنًّا وَسَجِي أَنَا الْآخِزِي  
لَا بُعْدَ لَكُمْ لَمَّا بَدَأْتُ شَيْئًا قَلِيْلًا فَهَمْتُ وَطَّئْتُ الْاُخْرَى

سہ۔ نسوہ الزواجر ص ۲۰

ظَنًّا وَسَجِي أَنَا الْاُخْرَى لَمَّا بَدَأْتُ شَيْئًا قَلِيْلًا فَهَمْتُ لَمَّا قَدِمْتُ لِيَأْبُرَنِي  
وَكُنْتُ أَكْثَرُ مِنْهَا وَإِنْ بَدَتْ الْمَافِقَةُ جَعَلْتُ ذَاتَ يَوْمٍ  
يَسَارَ جِيْنِي قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي جَمْعِ الْمَرْأَتَيْنِ فِي مَنْكَبٍ قَدْ اجْتَدَدْتُ  
مَنْعَ وَطَّئْتُهُمَا فَهَمْتُ أَنَّهُ أَشَارَ إِلَيَّ مَا دَعَى وَسَجِي فَقُلْتُ يَا  
سَيِّدِي وَكَيْفَ عَلِمْتَ ذَلِكَ فَقَالَ وَمَنْ نَأْمَ عَلَى الْغَدَاشِ  
الرَّاجِعِ سہ

ترجمہ میں نے ایک رات کسی عذر کی بنا پر اپنی دونوں بیویوں کو ایک ہی کمرے میں اکٹھا کر لیا، پس ہر ایک علیحدہ اپنے اپنے بستر پر سوئی اور میں علیحدہ اپنے بستر پر سویا اور چوتھا بستر خالی رہا۔ پھر میرے جی میں ایک بیوی سے بہتری کی خواہش پیدا ہوئی تو میں نے یہ خیال کر کے کہ دوسری سو رہی ہے ایک بیوی سے بہتری کی اور پھر کچھ دیر کے بعد یہ ہی خیال کرتے ہوئے دوسری بیوی سے بہتری کی جب میں سیدی عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دو بیویوں کو ایک کمرے میں اکٹھا کر کے ان سے بہتری کے مسئلہ میں تہار کیا خیال ہے۔ تو میں سمجھ گیا کہ حضرت نے میرے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ چوتھے بستر پر کون سویا ہوا تھا۔

اب اس عبارت میں غور فرمائیں اور خان صاحب گکھڑوی کی خرافات بھی پیش نظر رکھیں۔ کیا پوری عبارت میں کوئی جملہ ایسا ہے جس سے یہ ثابت ہو

سہ۔ کتاب الابرار ص ۲۰



کہ حالت بہتری کے وقت پختہ خود اس فعل کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت تو خود فرما رہے ہیں کہ چوتھے بستر پر کون سو رہا تھا۔ کیا جو شخص انھیں کھول کر دیکھ رہا ہو اسے نام نہاد کہا جائے۔ بلکہ نام کا اطلاق تو اسی شخص پر ہوتا ہے جو انھیں بند کر کے لٹا ہوا ہو اگرچہ جاگ ہی رہا ہو۔ جو لوگ بالکل تنگ اور مختصر مکانوں میں زندگی گزارتے ہیں کیا وہ اس موقع پر گھر کے دیگر افراد جو اس پاس بیٹھے ہوتے ہیں ان کو باہر نکال دیتے ہیں۔ باقی رہا شیخ کامل کا مرید کے ساتھ رہنا سو یہ تاریخ اور متبوع میں ظاہر اور باطن کمال اتحاد پر مبنی ہے اور یہ بات بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلوی نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ یہ سیدی احمد سلطانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ لِي دَخَنِي اللَّهُ حَنَّةً مَسْرُوعَةً آخِرِي إِلَى لَا أَفَادُكَ يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: کہ میں تجھ سے دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا اور میرے فرماتے ہیں،

قُلْتُ لَهُ مَسْرُوعَةً يَا سَيِّدِي مَا يَتِي فِي السَّنَامِ ذَاتِي وَذَاتِكَ فِي شَوْبٍ

وَاجِدٍ فَقَالَ هَذَا وَذَاتِي حَقٌّ ذَاتُكَ لَا يُفَارِقُنِي يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: یعنی ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے خواب میں خود

کو اور آپ کی ذات کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے فرمایا یہ خواب سچا

ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت دن اور رات میں کسی

وقت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ

اب خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں قباحت اور بے حیائی کی کوئی

بات ہے جس کی وجہ سے آپ شرم کی نالی میں ڈوب مرے۔ کیا رشید احمد کا بھرے

ملے۔ کتاب الہدایہ ص ۲۰۰

مجمع میں اپنے معشوق کے ساتھ بیٹھے تھے اور خواب میں اسی معشوق کے ساتھ افہام بازی کرنے تھے۔ بھرے مجمع میں عورت کی شرمگاہ کی ہیئت کو تاثیر بیان کرنے سے یہ واقعہ زیادہ شرمناک ہے۔ اور خان صاحب نے جو فرشتوں کا حوالہ دیا ہے کہ فرشتے ایسی حالت میں انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ علیحدہ ہو کر اسی جگہ کمرے میں ہی رہتے ہیں۔ یا باہر نکل جاتے ہیں کیا ایسے موقع پر جب مرد و عورت کوئی بات کریں تو کھینے کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ کیا ان کی ہر نقل و حرکت تحریر میں نہیں لاتے۔ السراج المنیر کا حوالہ تو نقل کر دیا لیکن اسی حدیث پر شیخ الاسلام محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کیوں نظر سے اوجھل رہے۔ اور وہ یہ ہے۔

أَخَا يُقَارِفُونَكَ، جَنِّبِي مَعَ الْقَرِيبِ مَشْدًا يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

يَقَعُ مَشْدًا يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: فرشتے انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن قریب ہی رہتے

ہیں تاکہ جو کچھ اس سے سرزد ہو اس کا ملاحظہ کرتے رہیں تاکہ اس کو نکلیں۔

اگر فرشتوں کا ایسے وقت میں موجود رہنا اور ملاحظہ کرنا بے حیائی نہیں تو ولی

کامل کی معیت روحانی کیونکر بے حیائی ہوگئی۔ فرشتوں کے معاملے میں بھی شیطان

کی شرارت کو دخل نہیں اور ولی کامل کے معاملات میں بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔

وَإِنْ عِبَادِي لَأُنْصِرَنَّ لَكَ أَلَيْسَ لَكَ عَلَيْنَهُمُ سُلْطَانٌ

ملے۔ اور اح شریف ص ۲۳۹

ملے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۴۰

ملے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۴۱

ملے۔ السراج المنیر ص ۲۰۰



ترجمہ :- اے شیطان بیشک میرے خاص بندوں پر تیری قدرت نہیں

ہے۔

اور نیچے علامہ بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں کذا البت شرعیاً بنوہینم  
مَلَکُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

رَوَى مِنْ شَلَيْحَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ  
عَبْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَدَّى إِذَا هَلِيمٌ مَلَکُوتِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ أَبْصَرَ رَجُلًا عَلَى قَارِضَةٍ فَذَعَا عَلَيْهِ فَبَلَكَ ثُمَّ  
أَبْصَرَ آخَرَ فَذَعَا عَلَيْهِ فَبَلَكَ ثُمَّ أَبْصَرَ

ترجمہ :- حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض نے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام  
نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کو دیکھا تو آپ نے ایک آدمی کو  
زنا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کے حق میں ہر دعا کی وہ ہلاک  
ہو گیا، پھر دوسرا دیکھا اس پر ہر دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا پھر اسی طرح  
تیسرا دیکھا۔

کیوں جی خان صاحب اللہ تعالیٰ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ شرم  
آپ کے حصے میں کہاں سے آگئی " اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ " کہنے والے سے کوئی خاص برکت  
معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی کرم نوازاں اسی کی شان ہے۔

اس کے بعد خان صاحب لکھنوی لکھتے ہیں۔

سہ :- معالم التنزیل بر حاشیہ خان ص ۳۳ -

اعتراض :- ایک اور شوریدہ سر اٹھتا ہے اور وہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ

شرط لکھتا ہے کہ :-

لَا تَسْتَفِيزُ نَطْعَةً فِي خَدِيجِ اَنْثَى اِلَّا يَنْظُرُ ذَالِكَ الرَّجُلُ  
اِلَيْهَا.

ترجمہ :- کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ نہیں قرار دیتا مگر وہ کامل  
اس کو دیکھتا ہے۔

جواب :- خان صاحب کی یہ بات سمجھنی کرنی دشوار نہیں کہ شوریدہ سر کا  
تمذہب بارت کے نازل کو دیا گیا ہے یا اصل قائل کہ بہر حال ایسی باتیں کرنا یا  
لکھنا خان صاحب کے نزدیک شوریدہ سروں کا ہی کام ہے۔ طائفہ و لامبیہ  
نجدیہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب  
میں گستاخیوں سے باز نہیں آئے بلکہ عین ایمان جانا۔ تو اولیاء کرام کی گستاخی  
تو ان کے نزدیک کوئی مقام ہی نہیں رکھتی۔ عابد ماکان و مایکون  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اِذَا خَالَتِ الْحَيَاءُ  
فَانْفَعَنَ مَا بَشَرَتْ جِبْ حَيَاةً بے جو جی چاہے کہو اور کرد۔ تسوید النواظر  
میں خان صاحب کے فقدان جیا پر کافی ثبوت ہیں کہ ہر جگہ اولیاء کرام کے  
ارشادات عالیہ کو منتر جنس اور مفسرین کرام کے اقوال کو خیالات مردودہ قرار  
دیتے ہیں اور احادیث کو خواہ مخواہ باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے  
بذات خود ہماری راہنمائی ان بزرگوں کی طرف فرمائی ہے قرآن مجید میں ارشاد  
ہوتا ہے۔

سہ :- تسوید النواظر ص ۳۳ -



فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ :- اگر کوئی بات تم نہ جان سکو تو اہل ذکر کی طرف رجوع لاؤ۔  
سو اگر مفسرین کرام، محدثین عظام، علمائے مجتہدین اور موفیاء کرام اہل ذکر  
نہیں تو اور کون ہے تو قرآن وحدیث اور دیگر معاملات کے سمجھنے میں ان  
کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے اور انہیں کا ساتھ دینا چاہیے نیز قرآن مجید  
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ پھر اس کا ساتھ دو۔

القطب العارف سیدنا عبد الوہاب شمرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔  
فَالْأَذَى التَّسْلِيمُ لِلذَّوْلِيَّةِ وَمَا لَهُمْ مَصَادِقُونَ ۝

ترجمہ :- پس ادب یہی ہے کہ اولیاء اللہ کے آگے تسلیم خم کیا جائے  
کیونکہ یہ ہی لوگ سچے ہیں۔

بلکہ ان کے آگے تسلیم خم نہ کرنے میں عظیم خطرہ ہے۔

خاتمة الفقہاء المحدثین الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر البیہقی  
انہی فرماتے ہیں۔

جَاءَ عَنِ الْمَشَائِخِ الْعَارِفِينَ وَالْأَبْنَاءِ الْوَارِثِينَ أَنَّهُمْ  
قَالُوا أَكَلُ عَقْدٍ بَعْدَ الْمُسْكِرَةِ عَلَى الصَّالِحِينَ أَنْ يَعْلَمَ بَذِكْرِهِمْ  
قَالُوا وَيُعْطَى عَلَيْهِ سَوْءُ الْعَاقِبَةِ وَتُكْفَى فِي عَقْدٍ بَعْدَ  
الْمُسْكِرَةِ عَلَى الْأَذَى بِقَوْلِهِ هَسَلُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ فِي  
الْعَدِيثِ الصَّحِيحِ مَنْ أَدَّى لِي قَوْلًا فَقَدْ أَتَى اللَّهُ بِالْعَذَابِ أَحَدٌ  
أَعْلَمْتُهُ أَنِّي عَذَابٌ لَهُ وَمَنْ عَذَابَ اللَّهِ لَا يَنْفَعُ وَلَا يَنْقُصُ ۝

۱۔ پت الخ پنے آیت ۴۴۔ ۵۔ المجاہد والدرر بر حاشیہ کتاب الابرار ص ۲۸۵۔

قَالَ الْمَلَكُ لَمْ يَحَارِبِ اللَّهُ عَاصِيًا إِلَّا الْمُسْكِرُ عَلَى الْأَذَى ۝  
وَأَجَلَ الذِّكْرَ وَكُلَّ مَنَافِعٍ يُعْطَى عَلَيْهِ عَقْدٌ قَدِيمٌ يَحْدُ  
بَيْنَ سَوْءِ الْعَاقِبَةِ إِذَا لَا يَحَارِبُ اللَّهُ إِلَّا كَافِرًا ۝

ترجمہ :- مشائخ عارفین اور ائمہ وارثین نے فرمایا ہے کہ صالحین کی باتوں  
کا انکار کرنے والے کے حق میں سب سے کم عقوبت ان کی برکت  
سے محروم ہونا ہے اور اس کے سوا خاتمہ کا ڈر ہے اور اس منکر کی  
عقوبت کے باب میں نبی اکرم علیہ السلام کا قول کافی ہے کہ  
جس نے میرے دوست کو اذی میرا اس سے اعلان جنگ  
ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کرے وہ کبھی بھی فلاح  
نہیں پاتا۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جنگ کرتا مگر  
اولیاء پر انکار کرنے والے اور سؤ و خور سے اور ان دونوں پر از حد  
خطرہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں جنگ  
کرتا مگر کافر سے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس عقوبت سے بچائے آمین ثم آمین۔ لہذا  
خان صاحب کو اولیاء کرام کی باتوں کو مستر جسز اور مفسرین کرام کے اقوال کو اقوال  
مردودہ قرار دیتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور کاملین کے ساتھ اللہ تعالیٰ  
کا ایک مخصوص معاملہ ہوتا ہے۔

القطب الشمرانی فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰ میں لکھا ہے۔

۱۔ فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۸۵۔ ۲۸۵۔



قَدْ كَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ يَقُولُ أَدْبَى الْأَنْبِيَاءِ إِسْمُ  
النَّبِيِّ وَأَوْثَقُنَا النَّقَبَ أَيْ حَجَرٍ عَلَيْنَا إِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ الْأَعْيُنَ  
لَنَا لَا يَغْيِرُنَا فِي سَرَابٍ بِرَأْيِ بَعْضِ الْكَلَامِ وَكَذَلِكَ رَسُولِهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَسَمَ وَيَسْخَى صَاحِبُ هَذَا الْمَقَامِ أَنْبِيَاءَ الْأَوْدِيَةِ  
فَقَايِدَةُ نَبَوْتِهِمْ الشَّرِيفَةُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرِيفَةِ حَتَّى لَا يَخْطُوا  
فِيهَا سَلَه

ترجمہ :- شیخ عبدالقادر جیلیؒ فرمایا کرتے تھے انبیاء کو اسم نبوة دیا  
گیا ہے اور ہم کو لقب یعنی روکا گیا ہے ہم پر اسم نبی کا اطلاق باوجود  
اس کے کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے  
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے معنوں کی اور اس مقام کے  
انسان کو انبیاء اولیاء کہا جاتا ہے۔ پس انتہا ان کی نبوة کی جانتا ہے۔  
احکام شریعت کا یہاں تک کہ یہ لوگ نہیں خطا کرتے شریعت کے  
معاظت میں۔

لہذا ثابت ہوا کہ کالمین کے اقوال قرآن مجید اور احادیث پاک کے ہرگز خلاف  
نہیں ہوتے اب خان صاحب کے اصل اعتراض کی حقیقت سنئے۔ خان صاحب  
نے جس کلام کی بنا پر ناقل کو شوریدہ سر کہا۔ اس کے مثل کلمات طیبہ اجلہ اکابر  
أمت کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدی نور الدین ابوالحسن علی  
شطنونی اپنی کتاب ہر سجدۃ الامرار میں اور عبد اللہ بن اسمعیل شافعی اپنی کتاب  
خلاصۃ المفخر میں اور امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف.....

نزیحۃ الخاطر میں اور عارف کبیر احمد قطاب الدربستر سیدنا احمد رفاقی رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اَطْلَعْنَا عَلَى عَيْبِهِمْ حَتَّى لَا تَبْنَتْ شَجْوَةٌ وَلَا تَقْطُرَ  
وَدَقَّةٌ إِلَّا بِنَظَرٍ ۴ کہ مرد کامل کو اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں  
تک کہ کوئی چیز نہیں آگتا اور کوئی پتہ نہیں ہرگز مگر اس کی نظر کے سامنے ولی اللہ  
صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔

فَاحْضِ عَلَيَّ مِنْ جَنَائِمِ الْقُدْسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةً  
تُرَوِّقُ الْعَبْدَ مِنْ حَيْثُ بَوَّالِ الْفَقْرِ فَتَجْعَلِي لِي كُلَّ شَيْءٍ ۵  
ترجمہ :- بارگاہ رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کیفیت القا  
کی گئی جس سے بندہ اپنے مقام سے بارگاہ قدس تک ترقی کرتا ہے  
اور اس کے لیے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے۔

اب ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو آپ  
کے گھروں کے منتری ہیں ان کے ضرب سے کھوپڑی بچانے کی کوئی صورت  
ہے اور سیدنا ذکر یا علیہ السلام کے واقعہ سے جو استدلال کیا ہے سو اس  
کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اکتسابی معلومات پر وہی معلومات  
کو ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ لہذا آپ کا دلیل طلب کرنا اولیاء  
اکرام کے مشاہدہ کا منتفی نہیں۔ اس کے بعد خان صاحب نے مرد کی ران کے  
عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کی ممانعت پر بیکار زور دیا ہے بھلا ران  
کے عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کرنے کی ممانعت میں کسی کو اختلاف ہے۔  
لیکن اس سے کالمین کے مشاہدہ کا انتقاد کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارا دیکھنا اور قسم



کہا ہے اور ان کا دیکھنا کچھ اور ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی ارشاد فرماتے ہیں۔

”جب نظر بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ بصارت پر غائب نظر آتی ہے پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کی غلطی ہے دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرے روشت بدستور ہے دوسرے یہ کہ دید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے۔ بخلاف اس دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے ہر دوں پر تو اس نور کے غیر ممکن اور محال ہے“ پھر فرماتے ہیں۔

”لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کی دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے تو جبر ضروری ہے“

حضرت حاجی صاحب کے قول اول سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ بصیرت کو احکام بصارت کی زد میں لانا جہالت ہے اور دوسرے قول نے ہمارے ان جوابات کی تائید کر دی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دیے ہیں۔ اگر قارئین حضرات حاجی صاحب کے ان دو قولوں کو ذہن نشین کریں گے تو

لے۔۔ شہنام امدادیہ ص ۴۰۔۔ شہنام امدادیہ ص ۴۱۔۔

انشاء اللہ تعالیٰ از حد مفید ثابت ہوں گے۔ چونکہ خان صاحب گفٹروی کی کتاب تسوید النواظر کا پہلا باب ان ہی نامعلوم اطرانت پر مشتمل ہے۔ لہذا ہم بھی حسب ضرورت اور مسکت جوابات عرض کر کے اس باب کو تمام کرتے ہیں۔

هَذَا مِنْ فَضْلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَمِنْ بَرَكَاتِ الْاَوْدِيَةِ  
الْكَاسِلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔





## دوسرا باب

خان صاحب رقمطراز ہیں۔

**اعتراف :-** "جناب امام الانبیاء سید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختاری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق سے

آپ کا رتبہ بلند اور اونچا ہے اور بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم و معارف وقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ مگر بائیں ہمد آہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ صحیح ماکان و مکانوں کا علم ہی آپ کو عطا کیا گیا تھا اور بے شمار ایسی جگہیں ہیں جہاں آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور متعدد ایسے علوم و فنون ہیں خصوصاً اس فنی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان جاننا اور سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم و فنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خاص گستاخی اور بے ادبی ہے۔

ہم خان صاحب سے یہ پوچھتے ہیں۔

**جواب :-** اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہو یا نہیں اگر نہیں مانتے تو یہ

سلفہ در ملتئم تسوید النواظر ص ۳۳

صریح کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔**

اور اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو ان بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں؟

اور کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ شہید و علیحدہ ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم خزانہ میں نہیں ہے؟ تو یہ فنی معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا توہین خداوندی ہے یا نہیں؟

کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان بُرائی کراتے ہیں فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں؟

کیا سیناؤں، شراب خانوں، ناچ گھروں اور چٹکوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور

کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فنی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟ شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بُرا جانتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے علم کی تحصیل بُری نہیں ہے جبکہ بیت خیر کی ہو، مثلاً جاؤ سیکھنا، شراب خوردن کی حالت پر آگاہی، اور فنی بے حیائی کی معلومات کوئی مع نہیں جبکہ مخلوق خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے ہو، لہذا ہم خان صاحب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے ان سوالوں کا جو جواب اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کے ذہن شریف میں آئے وہی جواب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام



کے بارے میں کافی اور وافی ہو گا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَدْبِیْتُ  
عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ تَوْحٰنَ صَاحِبِ كَیْ سَاسِ كُوْنِیْ دَلِیْلَیْ جَسَاسِ  
کے علم الاخوین میں سے کوئی علم مستثنیٰ کیا جائے۔

## قطب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَدْ اُحْبَبْنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَنَّهُ اَدْبِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ  
وَالْاٰخِرِیْنَ وَنَحْنُ مِنْ الْاٰخِرِیْنَ بِاَشَدِّ وَقَدْ عَمَّ  
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَکُمْ فِی الْعِلْمِ الْاَوَّلِ  
اَدْبِیْتُ فَشَمَلَتْ کُلَّ عِلْمٍ مَسْکُوْلٍ وَمَسْکُوْلٍ وَمَسْکُوْلٍ وَمَسْکُوْلٍ  
ترجمہ :- تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ دینے گئے  
ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت  
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے۔  
پس شام یہ حکم علم منقول اور معقول کو اور فہمی و دہی کو۔

باقی رہا خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر  
ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ماکان و مایکون عطا کیا گیا  
ہے، سو یہ بے بنیاد ہے اور جن واقعات سے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا  
ہے اُن کا کافی اور وافی جواب دیا جائے گا۔ اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے  
کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون بلکہ اس سے بھی زیادہ

علم عطا کیا گیا لیکن ہندو ربی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل  
قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے ہوئی ہے جو اُن قرآن مجید نازل ہوتا گیا آپ  
کے علم میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب قرآن کا نزول تمام ہوا آپ کے علم بھی تمام ہو  
گئے۔ اور حاضر و ناظر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ اور کوئی  
مکان ایسا نہیں جو آپ سے خالی ہو اور اس عقیدہ پر علامہ شیخ علی نور الدین حلبی  
صاحب سیرۃ علیہ متوفی ۳۵۴ھ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام

تَقْرِیْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدَ  
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَخْلُو مِنْہُ مَکَانٌ وَلَا زَمَانٌ

علامہ موصوف نے دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام سے کوئی مکان اور کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور اس رسالہ کو بعینہ  
علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل انجمانی نے اپنی کتاب جواہر الجہاد جلد ۲ ص ۱۰۰ پر  
نقل فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے حسب ضرورت اقتباسات بھی قارئین  
کی پیش نظر کیے جائیں گے۔ موجودہ دور میں جن حضرات اہل سنت و جماعت نے  
مسئلہ حاضر و ناظر کو چھیڑا ہے، اذروئے دلائل سیر حاصل بحث فرمائی ہے لیکن ان  
حضرات نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو عام فہم طریقہ سے  
عوام کو سمجھایا جائے تاکہ عوام متحرکین کے دامن مکر و فریب سے محفوظ رہیں، دراصل نبی  
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

**صورت اول :-** یہ کہ تمام اشیاء آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اپنے مقام مقدس سے سب کو ملاحظہ فرماتے ہیں یہ صورت

عام ہے جو کہ قبل از ظہور اور بعد از ظہور دونوں زمانوں کو شامل ہے۔



**صورت دوم :** یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔ یہ صورت خاص ہے اور موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشیت پر کہ جب وہ چاہیں دو چار دس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقامات پر ایک ہی وقت میں بذاتِ خود تشریف لے جائیں اور مقام خاص بھی آپ کی ذاتِ اطہر سے خالی نہ ہو۔

### صورت اول کی توضیح

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ۖ شَهِدَهُ

اس کا ترجمہ بھی محققین نے یہ ہی کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو ہر شے پر حاضر کیا درست ہے یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حاضر و ناظر ہونے کے لیے یہ قید لگانا کہ ہر جگہ اس کا جسم ہی موجود ہو باطل و بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ از روئے علم اور قدرت کے بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے۔ اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ ۖ وَجِئْنَا بِكَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ۚ شَهِدَهُ ۖ

ترجمہ :- پس کیا کینیت ہوگی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آپ کی یہ گواہی ماقبل کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کو

سہ :- پلٹ پلٹ آیت ۱۰۰ سہ :- پلٹ النساء آیت ۴۱۔

شامل ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا كُنَّا سَمْعًا شَهِدًا ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے یہ گواہی آپ کی تمام امت کو شامل ہے۔ ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق پر گواہ ہیں اور گواہی میں اصل واقعہ کا مشاہدہ اور معائنہ ضروری ہے۔ اگرچہ شہادت بالتسامع بھی بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اس کی پوری بحث خان صاحب کے اعتراضات کے رد کے موقع پر کی جائے گی۔ قرآن کریم اور احادیث پاک میں یہ ہی بتلاتی ہیں کہ شاہد اور شہید کے معنی حاضر ہی کے آتے ہیں اور گواہ پر شاہد کا اطلاق بھی اسی دہ سے ہے کہ وہ موقع پر موجود ہوتا ہے اور یہ ہی گواہی اولیٰ اور افضل ہے۔ یہ بات خان صاحب کو ہم پھر ذہن نشین کرا دیتے ہیں کہ شہادت بالمعاينة کسی باب میں بھی مرسوم نہیں اور شہادت بالتسامع بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اور اکثر میں مرسوم جیسا کتب فقہ میں موجود ہے لہذا گواہی میں معائنہ اور مشاہدہ کے اصل ہونے کا انکار تہاالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس صورتِ اول کی تائید میں علماء محققین اولیاء کمالین کے اقوال نقل کرنے سے قبل ہم خان صاحب کے کان کھول دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ لہجہ قرآنی ہرگز سموع نہیں کہ اس باب میں مفسرین اور اولیاء کلام اور محدثین کی ذاتی رائے نہ سنی جائے گی۔ کیا یہ لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں یا عربی زبان نہیں جانتے۔ اگر یہ ہی بات ہے تو آپ جیسی نور مزی کا اس جنگل میں کونسا حسرت ہے۔ جو کہ آیت میں تفسیر بالرائے اور احادیث میں قطع بریہ سے کام لیتے ہوئے عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہو کہ یہ آپ کا دلیل نہیں کہ مفسرین کرام فضول اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کو ان کی ذاتی رائے یعنی بلا دلیل بات قرار دیتے ہو کہ قرآن مجید میں اپنی رائے کو دخل دینا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا ہے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ جہنمی ہیں تو آپ کو جنت کا محنت اعلیٰ میں نے عنایت فرمایا کیا خان صاحب کہیں



نسوار شریف کے لشکر میں تو نہیں رہتے۔ عوام کے دلوں سے اُن مبارک اور با عظمت لوگوں کا وقار ختم کرنے کی کوشش کرتے ہو جو صراطِ مستقیم کے لیے نشانِ راہ ہیں۔ اب یسے اس گواہی کی حقیقت۔

فخّ شہین اور مستزین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس واقعہ کو باہیں طور نقل فرمایا ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہو گا کیا تم نے اپنی اپنی اُمت کو تبلیغ کی تھی؟ عرض کریں گے کہ ہاں۔ اس پر کافر لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا جائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے عرض کریں گے کہ ہمارے گواہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لوگ ہیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عادل لوگ بلائے جائیں گے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گواہی دیں گے۔ پھر یہ کہیں گے کہ یہ لوگ کس طرح ہم پر گواہی دے سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ اس جرح کے بعد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائے جائیں گے اور آپ اپنی اُمت کے عادل ہونے پر شہادت دیں گے تب فیصلہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہو گا۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور دیگر ادویاء کرام کی گواہی باتِ حق تھی جس پر جرح ہوگی پھر آخر کار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت بالاعانہ پر ہی فیصلہ ہو گا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا علم قرآن کریم کے ذریعے اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی ہوا تھا کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صراحۃً ذکر تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہدِ حقیقی نہ ہوتے تو وہی جرح آپ پر بھی ہو سکتی تھی جو دیگر گواہوں پر ہوئی۔ اب ہمارے اس بیان پر ادویاء کاملین اور علماء وارثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں

مگر یہ بات یاد رہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی بنیاد قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں آپ کو شاہد اور شہیدہ فرمایا گیا ہے اور گواہی میں اصل شاہد ہی ہے اور اصل سے عدول بغیر تعذر کے ہرگز جائز نہیں۔ ادویاء کرام اور علمائے عظام کی شہادتیں تو صرف تائید میں نقل کی جاتی ہیں مگر حقیقہ کی بنیاد ان پر ہے۔

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لَمْ تَقَمَّ رِسَالَةٌ أَحَدٍ مِنَ الرِّسَالِ سِوَى رِسَالَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ زَمَانٍ آوَمَ إِلَى زَمَانٍ بَعَثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِ الْبَيْعَةِ مَلَكًا وَقَدَّمَ عَلَى جَمِيعِ الرِّسَالِ دَبِيذَةً فِي الْأَجْدَاثِ مُتَعَمِّدًا عَلَيْهِمَا فِي السَّجِيحِ مَعَهُ خَزَائِنُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوحَانِيَّةٌ كُلُّ نَبِيٍّ وَرَسُولٍ مَوْجُودٌ فَكَانَ لِإِسْدَادِ بَنِي آدَمَ مِنْ تِلْكَ التَّوَجُّعِ الطَّاهِرِ تَوْبَةً

ترجمہ :- سوائے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے کسی رسول کی رسالت عام نہ تھی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آپ کی بعثت کے زمانے تک اور قیامت تک آپ ہی کی بادشاہی ہے اور آپ کے تقدم اور آخرت میں سرداری پر آپ کی حدیث صحیح میں نفس موجود ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت اور تمام انبیاء

۱۔ فتوحاتِ مکہ باب ۱۰



کی روحانیت موجود ہے اور انبیاء کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح طاہرہ کی طرف سے مدد آئی تھی۔

پھر یہ بزرگ فرماتے ہیں۔

الْقُطْبُ الْوَاحِدُ فَصَوَّرُوحَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَهُوَ الْمُوَظَّاعُ لِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
وَالْأَقْطَابُ مِنْ حِينَ انْشَاءِ الْإِنْسَانِيَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ  
ترجمہ :- قطب واحد پس وہ روح ہے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اور وہ مددگار ہے تمام انبیاء اور رسولوں اور قطبوں کی ابتداء سے  
انسانیت سے لیکر یوم قیامت تک۔

## شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اپنی  
کتاب الکملات الالہیہ فی الصفات المحمدیہ میں فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الشَّهِيدُ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَّصِفًا بِهِ  
وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَأَنَّكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا  
فَهُوَ الشَّهِيدُ الْمَطْلُوقُ لِلْحَقِّ وَالْخَلْقِ۔

ترجمہ :- آپ کا ایک نام شہید بھی ہے پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
مختلف تھے۔ صفت شہید کے ساتھ اور دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا

قَوْلِ أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِنْ أَنْفُسِنَا أَفَرَأَيْتَ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذْرٌ لَكَ  
تعالیٰ اور مخلوق کے لیے۔

صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عبارات پر مگر عوام کے فہم سے بالاتر ہیں  
اس لیے ہم ان ہی چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ تو بی شمار عبارات نقل کی جا سکتی  
ہیں جن سے مسئلہ بالکل واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

## علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آتی ہے جو کذا لَكَ جَعَلْنَاكَ أَمَةً  
وَسَطًا تَسْكُونُهَا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكَ شَهِيدًا  
سے متعلق ہے۔ امام الاحناف مجدد وقت علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فِيهِ تَنْبِيْهُ نَبِيٍّ إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَظَرًا  
ترجمہ :- اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حاضر و ناظر ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

لَا بَعْدَ أَشَدَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ بِتَوْحِيدِ إِيْمَانِهِ  
مَحَلُّ التَّصَوُّجِ بِهِ۔

ترجمہ :- بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت روح علیہ السلام



کے لیے بھی گواہی دیں گے کیونکہ وہ مقام مدو ہے۔

## شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان

برکت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی دیار البند یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبیؐ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ایس خطاب بجمہت سریان حقیقت محمدین است  
و دذو اثر موجودات و افراد ممکنات بلکہ

ترجمہ :- السلام علیک ایہا النبیؐ کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت  
محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجودات کے تمام ذروں اور تمام افراد  
میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

اور جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

و سے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و افعال امت خود مطلع است و بر قربان  
و خاصان خود مدد و فیض و حاضر و ناظر است۔

ترجمہ :- یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال اور افعال پر  
مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے  
ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

سہ :- اشعۃ المعانی ج ۱ ص ۴۳۰۔

## شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی پارہ دوئم میں دیکھو کہ الرسول علیکم شہیدہ کے ماتحت لکھتے ہیں

و باشد رسول شاہ بر شاہ گاہ زیرا کہ او مطلع است بخبر نبوت ہر رتبہ ہر تہذیب  
خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان چیست و حجاب  
کہ بدل از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گمان  
شمار و درجات ایمانی شمار و اعمال نیک و بد شمار و اخلاص و اتفاق  
شمار و لہذا شہادت او در دنیا حکم شرع و حق است مقبول و واجب  
العمل است۔

ترجمہ :- تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں۔ اس واسطے  
کہ آنحضرتؐ بالواسطہ نور نبوت ہر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ  
وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت  
کیا ہے اور کس حجاب نے اسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرتؐ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور  
برے اعمال، اخلاص و اتفاق کو پہنچاتے ہیں۔ لہذا آپ کی گواہی دنیا  
میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

و اقوسی الا رداج فی ذالک رؤسہ صلی اللہ علیہ وسلم و انہما



يُحِبُّ عَنَّا شَيْءٌ مِنْ الْعَالَمِ

ترجمہ :- تمام ارواح سے قوی تر روح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے  
پس نہیں پرشیدہ اس سے کوئی چیز.....  
پھر فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ الْكَوْدَاجِ عِلْمًا وَأَكْوَأَهَا نَصْرًا أَنْوَاجُ صَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا شَيْءٌ يُنْصَبُ الْكَوْدَاجِ قِيَمِي مُطْلِقَةً عَلَى جَمِيعِ مَا  
فِي الْعَوَالِمِ

ترجمہ :- علم اور نظر کے اعتبار سے عظیم تر اور قوی تر روح ہے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ ہے تمام ارواح کی پس اسے اصرار  
ہے تمام جہانوں کی چیزوں پر۔ (یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)  
جلال الملت والدرین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔  
عَالِمٌ بِمَعْلَمٍ مَشَاهِدٌ بِأَعْيُنِ عِلْمٍ مَشَاهِدٌ رُكْنٌ وَالْأَلَا

العارف الصاوی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

الْفَارِ بِذَلِكَ إِلَى أَنَّ الشَّهِيدَ مَعْنَاً الَّذِي لَا يَغِيبُ عَنْهُ  
شَيْءٌ

یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں  
جس سے کوئی چیز پرشیدہ نہ ہو۔

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں

وَمِنْ الظُّلَمِ فِي أَعْمَالِ أَقْسَمِ وَالْإِسْتِغْفَارِ لَكُمْ مِنْ الشَّيْءِ

سہ :- کتاب الاثر ص ۳۷ سہ :- صاوی شریف جلد ۲ ص ۳۷

وَاللَّهُ مَا يَكْتُمُ ابْنًا عَنْهُمْ وَالْقُرْآنُ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ  
يَعْلَمُ الْبُرْجَانِ فِيهَا وَحَقُّوْرَجَانِ فِي مَنْ مَاتَ مِنْ  
صَالِحِي أُمَّةٍ فَإِنَّ هَذِهِ الْأَسْوَدَ مِنْ جَمَلِهِ أَشْعَالِهِ فِي  
الْبُرْجَانِ

ترجمہ :- عالم برزخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اشغال میں  
سے یہ امور بھی ہیں امت کے اعمال میں نظر اُن کے گناہوں کی بخشش  
کی دعا اور ان سے مسیت دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور روضے زمین  
میں برکت دینے کے لیے آماجنا اور اپنی امت کے اولیاء کے جنازوں  
میں شرکت۔

اب فان صاحب ہی فرماتے کہ کیا یہ غیر ماضی و ناظر کے کام میں جبکہ امام  
جلال الدین سیوطی ان اکابرین میں سے ہیں جن کی نظر سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
اُن واحد کے لیے بھی پرشیدہ نہ ہوتے تھے۔

العارف الشیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بیجة النفوس والاسعاع

میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض غرضوں کلمات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں۔

وَعِنَّمَا رَشَدٌ فِي قَرْبِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ كُلُّ وَقْتٍ فَلَا يَكُنْ يُحِبُّ عَنْهُمْ فِي لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ وَحَقِّي  
أَنَّ بَعْضَهُمْ صَحَّحَ عِدَّةَ أَحَادِيثَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ بَعْضُ الْحَقَائِقِ بِمَعْنَاهَا مِنْ حَلِيقَةِ النُّفُوسِ الظَّاهِرَةِ تَقَوُّتِ  
بِذَلِكَ عِدَّةٌ وَكَذَلِكَ أَذْكَتُ جَمَاعَةً وَمِنْ لَحْمِ هَذِهِ الْقَامِ  
بَعْضُ سَيِّدِي عَلَى نَا الْغَوَاصِ وَسَيِّدِي عَلَى نَا مَرْصِي وَأَجِي

سہ :- انتخاب الاذکیاء فی حیات الاولیاء ص ۳۷



أَفْضَلُ الدِّينِ وَالشَّيْخُ جَلَالُ الدِّينِ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ الشَّيْخِ نُوْرُ الدِّينِ الشُّوْفِي  
وَالشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْعَسُوفِي رَحِمَهُمُ اللّٰهُ

ترجمہ :- کلمات مضمومہ میں ایک کمال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین قرب بھی ہے۔ پس انہیں پرشیدہ ہوتے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بعض نے کچھ حدیثیں بھی اخذ کر لی ہیں۔ انہیں علیہ وسلم سے بیعت کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقت نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات میں سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے۔ ان میں سے سیدی علی خواص سیدی علی مرصعی، میرے بھائی افضل الدین، شیخ جلال الدین سیر علی، شیخ نور الدین شونی، شیخ محمد شونی ہیں۔

شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر قطلانی فرماتے ہیں

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مَشَاهِدَتِهِمْ لَا مَيْتَهُ  
وَمَحْيَاهُمْ يَا حُوءِيَهُمْ دُنْيَاهُمْ وَآخِرَتُهُمْ وَخَوَاطِرُهُمْ  
وَذَاكَ عَنْدَ رَبِّي لَا حَقَّاقِيَهُ

ترجمہ :- آپ کے اپنی اُمت کو مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال بہتیں عوانم، ارادے جاننے کے اعتبار سے آپ کی موت اور حیات میں کوئی فرق نہیں یہ سب کچھ آپ پر بلا خفا کے روشن ہے۔

لے مشوق الدین الشیخ المدنی العزوی ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹،







اُن پر فرمایا کہ ملک الموت کے لیے مشرق مغرب اندھیرے ہوا اور سمندر ایلے ہی ہیں جیسے آدمی کے سامنے دو طرفہ اُن میں سے بیٹنا ہے جو چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ملک الموت ایک ہے اور مشرق و مغرب میں چٹا ہوتی ہے تو بے شمار موتیں واقع ہوتی ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سمیٹ کر ملک الموت کے لیے مانند طشتری کے کر دی ہے جو کہ ایک آدمی کے سامنے ہو گیا اس میں کوئی چیز اُس سے فوت ہوتی ہے۔

یہ اسی حال میں زمین کا ہے کہ اپنی جگہ سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور ہر ایک کے حال کے مطابق دوسو سو ڈالٹا ہے۔ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے۔

ایک مرتبہ ایک نجدی سے اس امر پر گفتگو ہوئی بندہ نے عرض کیا کہ کائنات میں ہدایت کا سرچشمہ صرف مصطفیٰ علیہ السلام ہیں اور گمراہی کا شیکدار ایسے معین ہے۔ مصلح کو تو یہ قدرت ہے کہ اپنے مقام سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھے اور ہر ایک کے گمراہ کرنے کی کوشش کر سکے۔ لیکن آپ کے نزدیک ہادی مصلح السلام کو اس کے مقابلہ میں بی طاقت نہیں کہ اپنی امت کو ملاحظہ فرماویں اور مصلح کے مقابلہ میں اپنے امت کی حفاظت فرماویں، اس سے تو قدرت کے اعتبار سے ہادی پر مصلح کا غلبہ منہم ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے۔ **إِنَّ حُزْبَ الشَّائِكِينَ لَالْغَابُونَ**۔

تو فرما نے لگے کہ مولانا شہید سلطان کے حاضر و ناظر ہونے پر تو نصیبی قطعاً موجود

ہے لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کوئی نفس ہے۔ بندہ سمجھ گیا کہ  
 کہ یہ تجلہ انہوں نے "برائین قاطعہ" سے رٹ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نبی اکرم  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایک بجا نہیں بلکہ کئی نفسی ٹھوس دہیں۔ اُن میں سے  
 ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا أَنْ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنَّا إِلَىٰ أَعْيُنِكَ عَالِمِينَ ۝

صرف شام اور سراج میں سے ہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مشاہدہ فرماتے والے ہیں اور ایک ایسا روشن چراغ ہیں جو ہر وقت ہر جگہ روشنی دیتے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورج کو بھی سراج فرمایا ہے۔ لیکن اس کی صفت مینا زعفرین لایا۔ اور اس سورج کا یہ حال ہے کہ کوئی علاقہ اس کی روشنی کے فضاء سے محروم نہیں ہاں جو اپنی پستی کی بنا پر محروم رہے تو رہے۔ اسی طرح سراج نیز مینا زعفرین تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ کبر سے کوئی اپنے کفر کی بنا پر محروم رہے تو رہے ورنہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے نور سے منور ہے۔ فَجِئْتِ الْاَرْضَیْ مَكْنُورَۃً

مسئلہ حاضر و ناظر میں اولیاء کا طین اور علماء و اشراف نے جو تحقیق فرمائی ہے اگر وہ سب نقل کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ حوالہ جات نقل کرنے میں بندہ نے یہ بھی احتیاط کی ہے کہ ایسی عبارات نقل کی جائیں جن کو عوام نہیں کم از کم علماء و مسیح سبکیں در در کسر عبارتیں اس شان کی ہیں کہ موجودہ دور کے علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہیں۔  
واللہ اعلم بالصواب۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَهْدِي الْوَلَدَ لِمَا يَنْفَعُهُ مِنْ دِينِهِ وَدُنْيَاكَ حَيْثُكَ أَكْبَرُ مِنْ عَيْبِهِ



الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحُسْنُ إِلَى اللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ.

خانِ ضامن گھڑوی کے دلائل اور اس کے جوابات

(۱) خان صاحب بخاری شریف، مکمل شریف، ہندوستان کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس  
ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ سے  
مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو منظور تھا عالم ہیداری میں  
ایک ہی رات کے اندر جبہ عسری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی خاص  
فائز ش اور قدرت سے سیر کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی گئے  
ہیں تو ہمیں بتلایئے کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع  
ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پستی اڑانی آپ کے  
الفاظ میں بیٹھے۔

فَكَوْنَتْ كَرْيَمَةً مَّكَرَبَتْ بِشَلَّةٍ قَطْرًا وَسَلَّمٌ فِيهِ اتِّبَانٌ بِرِيشَانٍ هُوَ كَرِيْمٌ  
 پریشان کبھی دہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو کھنڈر سے وقت کے لیے  
 میرے سامنے حاضر کر دیا مگر کین بر پڑ پھٹتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا  
 جاتا تھا۔

پہلا اعتراض :- پھر اس پر تفسیر فرماتے ہیں "دیکھو اگر انحضرت میں علیہ السلام

١٥٠ - تسوية الشواغل

حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی؟  
**جواب**۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض خان صاحب کے حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ بندہ پھر عرض کر دیتا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے انسان بذاتِ خود وہاں موجود ہو اور چشمِ خاطر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشمِ بصیرت سے اُن کا مشاہدہ کرے یہ دوسری صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور آپ چشمِ بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے توجہ تمام کی ضرورت ہے، اس کی تائید میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت نقل کر آئے ہیں اور احادیثِ پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف توجہ تمام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آتی تھی جس سے قریش کو چھٹی اُڑانے کا موقع مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مفسر و ہیں اُس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا فِي الْحَبْرَةِ قُرَيْشًا نَسْأَلُهُمْ مَّا لَهُمْ مِّنَ الشَّيْءِ  
عَنْ أَشْيَاءٍ مِّن بَيْنِ أَصْحَابِنَا لَوْ أَنَّهُمَا تَكْبَرُتَا لَوَدَّ  
مَا كُنْتَا وَشَدَّكُمْ قَرْقَعَهُ الْبَلَاءُ الْغَدْرَ إِلَيْهِ.

ترجمہ :- میں مقامِ حجر ہیں تھا اور قریش مکہ معراج کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ پس انہوں نے بیٹ المقدس کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے ترجیح بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی مدعوئی معنی میں اٹھایا بیٹ المقدس



کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دینے کا اسی کو  
اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ  
یہ ہے۔

كَذَلِكَ بَيَّنَّ قُرَيْشٌ ثَمَّتَ بَنِي النَّجَرِ فَقَالَ اللَّهُ بَلَى بَيَّنَّتِ السُّمُوسِ  
نَطَقْتُ أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَيَّامِهِمْ وَأَنَا أَنْطَلُ إِلَيْهِ.

ترجمہ :- جب قریش نے مجھے بتلایا میں کہڑا ہوا مقام بھر میں پس  
اللہ تعالیٰ نے بیٹہ القدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس  
کی نشانیوں کی خبر دینی شروح کی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے۔

فَبَيَّنَّا بِالنَّجْدِ حَقِّي وَضَعْتُ يَدَيَّ دَارَ بَيْتَيْنِ وَأَنَا أَنْطَلُ إِلَيْهِ.  
ترجمہ :- پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عیسیٰ  
کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی  
اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرما دیا اور یہ بات بھی قابلِ غور  
ہے کہ مسجد انکار کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے  
کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرمادیتا چونکہ نبی اکرم علیہ السلام تمام  
انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام  
والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں۔ جب ضرورت کے وقت سیدنا یحییٰ  
علیہ السلام کے لیے آن واحد میں یقین کا تخت لایا گیا تو سیدنا یحییٰ علیہ  
السلام کے لیے بیت القدس لا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل  
بھی ثابت کر دیا جو کہ سیدان علیہ السلام کو حاصل تھا لہذا اس سے کہیں

بڑھ چڑھ کر حضرت سیدان علیہ السلام کے خادم تو اپنے مقام سے یقین  
کے تحت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ السلام کے لیے یہ بات ثابت  
نہ ہو اور دوسرے خان صاحب سے ہم یہ بات دریافت کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں  
کہ بیت المقدس یا اس جیسے دوسرے جزوی واقعات جن کو خان صاحب نے اپنے  
عقیدہ کا سہارا بنایا ہے کیا یہ سارے اشیاء احاد نہیں ہیں کیا یہ ہی علم غیب ہے  
جس میں اللہ تعالیٰ مقرر ہے اور کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک و کفر ہے  
اور خان صاحب یہ بھی فرمادیں کہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مشرکین نے حضور علیہ  
السلام کے پیچھے اڑائی یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث کی کون  
سی کتاب میں ہے۔ یہ بات ہم اپنے تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ کوئی دہلی و النشوند  
اور دیانت دار نہیں ہوتا دروغ گوئی اور قطع برید ان کا جزو ایمان ہے۔ ہمارا یہ  
دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو کبھی یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے محبوب  
علیہ السلام کی پستیوں اڑائیں کیونکہ کبھی ہمیشہ بے سرو پا بات کی اڑائی  
باقی ہے۔

دوسرا اعتراض :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد میں یہ روایت  
موجود ہے کہ عذراء بنی مطلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا کا ہر نسل ہر گناہ فاقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علی الیوم۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر تلاش کرنے کے لیے رگ  
گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محلہ شریک مضر صحابہ کرام رضوان اللہ  
تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس کو تلاش کرتے رہے مگر پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد  
بھی وہ بار بار مل سکا تھا کہ جب کبھی کرنے کا اعلان کر دیا تو وہ اونٹ جس پر  
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں اس کو اٹھایا گیا تو وہ اس کے نیچے پڑا



سہرا تھا۔

**جواب :-** اگر خان صاحب حدیث کی غول عبارت نقل کر دیتے تو کیا حرج تھا ہاں صرف یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں اندھی نہ کر سکتے۔ حدیث کی عبارت یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِ ٣  
حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْتِ أَوْ أَوْ بِيْذَاتِ الْبَيْتِ الْقَطْعِ عَقَدْتُ مَاتَامَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِجْلَيْهِمَا وَأَقَامَ  
النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَا وَرَأَيْتُ مِنْهُمْ مَاءً فَآتَى النَّاسَ  
إِلَى أَبِي بَكْرٍ الْبَصِيَّةُ فَيَنْقُلُونَهَا إِلَى شَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ  
أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسُوا عَلَى  
مَاءٍ وَلَيْسَ مِنْهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَوَقَّافِي أَبُو بَكْرٍ  
وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْأَلَ وَجَعَلَنِي يَبِيدُ ٤ فِي  
خَاصِرَتِي وَلَا يَمُوتُنِي بَيْنَ الشَّجَرِ إِلَّا مَكَانَ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فُجْرَتِي فَعَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَا وَرَأَيْتُ أَنَّكَ اللَّهُ  
أَيُّهُ الشَّيْخُ فَنَتَمَمُوا فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ حَضِيرٍ نَاهِي  
يَا ذِي بَرْكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي سَيِّدٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبُعَيْدَ إِلَى  
كُنْتُ عَلَيْهِ فَاذْأَعْنَدُ تَحْتَهُ ٥

ترجمہ :- سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سنة : تسوية النواظر : ك . ك  
سنة : بنجامي شريف عليه السلام

کے ساتھ مقام پیدا کیا مقام ذات الجیش مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ دونوں مقام ہیں ہمیں تھے کہ میرا مارگم ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باری وجہ قیام فرمایا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ نہ اس جگہ پانی تھا نہ بوگوں کے مہراہ پانی تھا۔ پس لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کو خبر ہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پر پانی ہے اور نہ ہمارے پاس پانی ہے۔ ابوبکر مجھ پر ناراض ہونے لگے اور کہا جو اللہ نے پانا اور میری پسلی (کوٹھ) میں لایا تھا مارا لیکن میں ہوسہ نبی اکرم علیہ السلام کے میری دان پر آرام فرمانے کے حرکت سے بھی باز رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسیح کو اٹھے اور پانی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آیت تمیم نازل فرمائی، اسید بن حنفیہ نے کہا کہ اسے اُن ابی بکر یہ کوئی تنہا رہا کہات میں سے پہل ہی حرکت نہیں پس ہم نے اس اونٹ گرا اٹھا یا جو میری سواری کا تھا تو اس کے نیچے سے نکل گیا۔

دوسری روایت :-  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَقَطَتْ قُلُودِي  
فِي الْبَيْتِ آذَنُ وَنَحْنُ وَاجِلُونَ الْمَدِينَةَ  
فَأَنَاحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فُتِنْتُ رَأَيْتُ  
فِي حُجْرِي لَا قِيْدَ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَمَكَرَ فِي تَحْنُوتِ شِدْدِيهَا وَقَالَ  
جِئْتِ النَّاسَ فِي قُلُودٍ فِيهِ الْمَوْتُ لِمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْلُومٍ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتَمَسْتُ النَّبِيَّ

دوسری روایت

لِي بِإِيْدَاكَ وَتَحْنُ دَاجِلُونَ الْمَدِينَةَ

لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَرُلُ نُسْنِي رَاكُ

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَأَكْثِرَنَّ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا إِدْرَاقُنَا إِلَىٰ عَذَابِ أَهْلِكَ مَا كَانَ لِأَكْثَرِهِمْ عِلْمًا ۚ فَلَاحِظْ قَوْلَهُ لَأَكْثِرَنَّ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ فَقَالَ

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين



فَلَمَّا يَوْجَدُ شَرَّكَتَ رَأَيْتَ تَيْمِيمًا

ترجمہ :- عائشہ فرماتی ہیں کہ مقام بیہدہ میں میرا بارگھیا علاء جو ہم میں سے  
آہستہ آہستہ نہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سواری بٹھائی اور  
اُترے پس میری گود میں سر رکھ کر آرام فرماتے گئے ابو بکر آئے  
انہوں نے میرے پسینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تو نے ہمارے  
لوگوں کو روک لیا۔ باوجود انہوں نے مجھے تکلیف دی لیکن نبی اکرم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرام فرمانے کی وجہ سے مردہ کی طرح تھی۔  
(یعنی حرکت تک نہ ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسٹھے  
اور پانی تلاش کیا تو نہ پایا پس آیت تم نازل ہوئی۔

اب اصل واقعہ بھی ملاحظہ فرمادیں اور خان صاحب کی کذاب بیانی بھی دیکھئے  
اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ لوگوں نے اگر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو  
اطلاع دی کہ دیکھو سیدہ نے کیا کیا ہے کہ ایسے مقام پر روک لیا کہ جہاں پانی  
نایاب ہے اور خان صاحب فرماتے ہیں کہ ابو بکر اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ  
اعلیٰ علیہم اجمعین ہر تلاش کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فراموشی  
دیں کہ سواری سے اُترتے ہی میری گود میں آرام فرماتے گئے اور سچ سے پہلے آپ  
اُٹھے ہی نہیں۔ خان صاحب کی بے شرمی و بے شرمی کہ جھوٹ باندھتے وقت  
یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ہر تلاش کیا جائے تو اسی جگہ تلاش کرنا تھا جہاں سیدہ رضی اللہ  
عنہا کا قیام تھا اور اسی سامان کو الٹ پلٹ کیا جاتا جو سیدہ رضی اللہ عنہا سے  
متعلق تھا تو کیا سارا میدان چھان مارا اور اونٹ نہ اُٹھایا و خاک ہریں غلے و دانے

بلکہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ شَرَّكَتَ تَشْخِیْ دَاسَے فی جُجُورِی توصاف  
دلائل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال کی اطلاع تھی اور  
جانتے تھے کہ بارگاہ ہونا تو ایک ظاہری بیہاد ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے  
بیان میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جو کہ ہمارے تلاش پر ایک خفیہ ولایت بھی کرتا ہو  
خان صاحب اگر ہر تلاش کرنا احادیث سے ثابت کر دیں تو ایک صد روپیہ آپ  
کی خدمت میں پیش کیا جائے گا ورنہ انعام الہی لَفَتْةٌ اَللّٰهُ عَلٰی الْكَافِرِینَ تو موجود  
ہی ہے۔

### تیسرا اعتراض :-

فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب  
بنت جحش سے نکاح کیا تو چند مہر کرام رضوان اللہ علیہم  
اجمعین کو دعوت دلیہ پر مدعو کیا وہ کھانا کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے  
کے لیے بیٹھ گئے آپ کو اتنی طویل مجلس اور باتوں سے اذیت پہنچی آپ نے زبان  
سبک کر کے تو نہ فرمایا کہ تم چلے جاؤ البتہ ایک لطیف حیلہ یہ تجویز فرمایا کہ خود انکو کر  
باہر چلے گئے مگر میرے ساتھ یہ بھی چلے جائیں آپ باہر نکل کر لوٹ آئے۔ ثُمَّ  
خَفَا اَنْفُسُهُمْ حَتَّى جَاؤُا فَجَعَلُوا... فَاَذْهَبُوا حَتَّى جَاؤُا... اس خیال سے کہ صحابہ اللہ  
کر چلے گئے ہوں گے لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ باقاعہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ پر  
چلے گئے۔ اور حضرت انس کو پھر بھیجا کہ جا کر دیکھو ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں یا چلے  
گئے ہیں۔ کافی دیر کے بعد جب حضرت انس نے آپ کو اطلاع دی کہ وہ چلے گئے  
ہیں تو آپ اپنے حجرہ میں حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے بلکہ  
جواب :- اس پر خان صاحب ہاں طور اعتراض گڑھتے ہیں کہ اگر آنحضرت



مسلی الشہید وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام بھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید چلے گئے ہوں ہم حضرت انس کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔

اب اصل واقعہ ملاحظہ ہو۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ روایتیں ہم ہمیں نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین خان صاحب کے کذب اور دہل سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

**حدیث نمبر ۱۔** عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّج رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَلَبُوا شَعًا جَلَسُوا يَتَخَدُّونَ وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَمَلَّيْنَا بِلِقَائِهِمْ فَلَمَّ يَكْتُمُونَ فَلَمَّا دَأَى ذَٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَتَعَدَّ ثَلَاثَةَ لَكْسٍ فَنَاجَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ حُلُوسٌ شَوْا أَنَّهُمْ قَامُوا فَأَتَلَقَتْ فَبُتَّتْ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا ۖ

**ترجمہ :-** نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہ کو دلیر کی دعوت دی وہ کھا کر بات چیت کے لیے بیٹھ گئے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے۔ پھر حضور امدار آئے کے لیے لوٹے۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۰

لیکن لوگ بیٹھے تھے (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اٹھ گئے انس فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر ان کے چلے جانے کی معذور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

**حدیث نمبر ۲۔** وَصَحَّ طَعَامًا دَعَا الْقَوْمَ فَتَعَدَّ ذَا يَتَخَدُّونَ فَعَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْبُجُ شَعًا يُجِيعُهُمْ مُعَوِّذٌ يَتَخَدُّونَ ۖ

**ترجمہ :-** دعوت دلیر پر لوگوں کو بلایا (کھانے کے بعد) وہ بات چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

**حدیث نمبر ۳۔** بَقِيَ شَعًا ذَا هُطِ يَتَخَدُّونَ فِي الْبَيْتِ فَعَرَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... شَوْا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ ذَا هُطِ فِي الْبَيْتِ يَتَخَدُّونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُطَلِّعًا نَحْوَ شَجَرَةٍ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرَى أَخْبَرَتْهُ أَوْ أَخْبَرَهَا أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا فَخَرَجَ ۖ

**ترجمہ :-** لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے پس نکل گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام.... پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جو صبر شدید الیاء تھے اس لیے عراقتا چلے جانے کا حکم نہ فرمایا، پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے۔ (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں

۲۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۰



نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دی یا کسی اور نے۔

**حدیث نمبر ۴۷ :-** فَاتَّبَعَ النَّاسُ حَبْرًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حَبْرٍ أَمَّاتِ الْأُمُومِيِّينَ... فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِمْ وَأَمَّ رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْعَدِيَّةُ فَلَمَّا رَأَاهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِمَا وَتَبَا مَسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرَى أَنَا أَحْبَبْتُكَ بِغَيْرِ دَجِيمَةٍ أَمْ أَغْبَرْتُكَ فَدَجَّ بِلَهٍ

ترجمہ :- حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر آپ امہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نکل گئے جب واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے جب ان دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روئے دیکھا تو خود بھی جلدی سے اٹھ گئے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جانے کی خبر کس نے دی دریں یا کسی اور نے آپ واپس آگئے۔

**حدیث نمبر ۴۸ :-** مَا قَامَ قَوْمٌ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشَى فَنَفِيتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ جُبُرٍ عَائِشَةُ ثُمَّ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ النَّاسِيَةَ حَتَّى بَلَغَ حَبْرَةَ عَائِشَةَ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا

۱۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۰۰

فَقَعَوْبَ بَيْتِي وَبَيْتَهُ الشُّرُودَ أُنْزِلَ آيَةُ الْحَجَابِ

ترجمہ :- کھانے کے بعد لوگ نہ اُٹھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے پس آپ چلے ان کے ساتھ میں یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے، آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ لوٹ آیا لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے تک گئے پھر واپس آگئے، میں بھی واپس آ گیا تو لوگ ہانپکے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال لیا۔

خان صاحب نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ ثُمَّ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو دلیل پکڑی ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں، خان صاحب کی دانشمندی پر جتنے بھی اُلٹو بہائے جائیں کم ہیں۔ کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے ان ہی الفاظ سے خان صاحب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک بالہنی امر ہے اگر خان صاحب جواب دیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازاً یہ بات کہی ہے تو ہم جواب دیں گے کہ پھر آپ کا ان

۲۔ مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۵۱۱



الغناء کو جو انداز آجکے گئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا  
جہالت ہے۔ ایک اور طریقہ سے خان صاحب کی جہالت کا ثبوت۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ صحابہ بغیر میرے حکم کے جانے  
والے نہیں مگر چاہے صراحت ہو یا کن یہ تب ہی تو آپ نے یہ آنے اور جانے کی تکلیف  
گوارا کی مگر نہ تو آپ یہ حیلہ کیوں تجویز فرماتے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف  
ایک بار نکل آنے سے ہی یہ گمان کیسے کر سکتے تھے کہ صحابہ چلے گئے ہوں کیونکہ  
ایک دفعہ مجلس سے اٹھ جانا اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوبارہ واپس آ کر  
مجلس میں شریک نہ ہوں گے کیونکہ احتمال باقی رہتا ہے کہ کسی خاص ضرورت  
کے ماتحت تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آ کر رونق افروز ہوں گے۔ آپ  
کا دوسری مرتبہ واپس آ کر لوٹ جانا تو صرف اسی لیے تھا کہ صحابہ کے نزدیک  
یہ بات متفق ہو جائے کہ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں رونق افروز  
ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لہذا ہمارا بیٹھنا بیکار ہے۔ اسی لیے نبی اکرم علیہ  
الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ واپس لوٹ جانے کو دیکھ کر صحابہ نے مجلس برخاست  
کر دی لہذا اعتراض صرف خان صاحب کے عدم علم کی دلیل ہے اور خان صاحب  
کا یہ فرمانا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا یہ سراسر کذب  
ہے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صحابہ  
کے چلے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع دیئے گئے۔  
خیر خان صاحب کی کذب بیانی پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا کہ ان کی کم نبی پر ہے  
کیونکہ درود گئی تو اس طائفہ وہ بیہ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔  
اس پر طرہ یہ کہ خان صاحب زبان درازی اہل سنت کے ایسے جتھے ظالم پر کرتے  
ہیں مثلاً فقیر العصر حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اور غزالی و دراز علامہ

سید احمد سعید صاحب کاظمی متانی اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب چھوڑ دی  
جنہوں نے ملک بھر کے تمام بد مذہبوں کے منہ میں لگام دے رکھی ہے اور  
جواب دینے میں خان صاحب کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چغالی کی ایک مثال  
ہے کہ ایک قبیلے نے ایک جاٹ کو کہا۔

اوجھا تیرے سروخ ماریا دھاتینوں قتل کدوں آدے گی۔

اس پر جاٹ صاحب بڑے گرمائے اور فرمانے لگے کہ۔

اوچلی تیرے سروخ ماریا کہنوتینوں قتل کدوں آدے گی۔

سننے والوں نے جاٹ سے کہا کہ میاں تیری بات کا توازن درست نہیں  
ہے۔ جاٹ صاحب فرمانے لگے کہ توازن کو نہ دیکھو صرف دیکھنے کی بات تو یہ  
ہے کہ کہنوتیلے تو دوتے سے بھاری ہے۔

خان صاحب بخاری شریف اور مسند یحییٰ کے  
حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

### چوتھا اعتراض :-

وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت کی سرکروگی میں ۹ صحابی بطور جاسوس مشرکین  
کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ حضرات مقام ہدم میں پہنچے  
تو قبیلہ بنو لیحان نے ان کو گھیر لیا۔ اٹھ صحابہ کو تو اسی جگہ شہید کر دیا اور دو گرفتار  
کر کے مکہ مکرمہ لے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ حضرت  
عاصم نے شہادت کے وقت یہ پُر درو الفاظ کہے۔

اللَّهُمَّ أَخْبِرْ هَٰؤُلَاءِ بِمَا بَيْنَ يَدَيْكَ - اے اللہ ہمارے حالات سے اپنے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ اس واقعہ پر خان صاحب مندرجہ ذیل تقریر فرماتے ہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو صحابہ کرام



کو جاسوسی کے لیے آپ نے کیوں بھیجا، خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس بیدردی اور بے جگری سے تر تیغ کیے گئے۔ کیا آپ نے دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا۔

**جواب نمبر ۱۔** صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا تعلیم امت کے لیے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے کو رہا مل گیا کرتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہترین نمونہ ہے یعنی۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا؟  
**جواب نمبر ۲۔** انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علیہم السلام اللہ فی الارض ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اسی کے احکام جاری فرماتے ہیں، اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وہ من جانب اللہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ اس حکم کو تائید الہی حاصل ہوتی ہے درہ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

**جواب نمبر ۳۔** اگر جاسوس بھیجا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے متافی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہید کیے گئے، اس کا کیا جواب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنے انبیاء

سے یہ تفسیر الزام فرمادے بغیر۔ ۱۔ پتا المتمدن لے آیت۔

کیوں شہید کرائے۔

**جواب نمبر ۴۔** اگر آپ لا جاسوس بھیجنا عدم علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دس دیتا ہوں جاسوس نہ بھیجئے، اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنی مخلوق کو تر تیغ کیوں ہونے دیا، حالانکہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کی لاشیں مبارک کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت نبیب رضی اللہ عنہ کو ایام اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ انکو بھیجتا رہا، کیا ان کو کفار کے پیچھے سے نہات لانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہو اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل عین تقصیر و قصور تھا جس پر آپ کو اطلاع تھی۔

**جواب نمبر ۵۔** حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دُعا کرنا کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے ان خبر کر دے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متافی نہیں، کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْنَا بِیْسَلَمَ کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما، تو دُعا کے الفاظ میں احتمال اس بات کا ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرما دے، لہذا صحابی کا دُعا کرنا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع علی الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

**ایک اور طریقہ سے جواب۔** ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اُس کے لیے دُعا کرنا منع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجہاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔



إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ قَالَ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

ترجمہ :- اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔

حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراط مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دُعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

**ایک اور طرز سے جواب :-** یہ واقعہ بخاری شریف میں دو مقام پر بندہ کی نظر سے گذرا ہے اور اصل راوی

اس کے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ فرماتے ہیں۔ قَالَ سَجَابَ اللَّهُ بِمَا حَسِبَ بْنَ عَاصِمٍ لَّيْلًا أُهَيِّبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ ۝

یعنی عاصم بن ثابت نے مصیبت کے روز دُعا کی اُس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کے حال کی خبر دی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ سارا واقعہ الف سے لے کر عی تک ابو ہریرہ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ نہ ابو ہریرہ ان صحابہ میں شریک تھے نہ ہی اُن مصیبت زدہ صحابہ میں سے کسی نے اگر سنایا۔ لا محالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی سنا ہے۔ اب فرما غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دُعا سے ما قبل کے واقعات اور دُعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بیان فرمائے والے ہیں۔ اگر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے :- پتہ یسین آیت چلے ۔ اللہ ۔ بخاری شریف ص ۴۸

کی دُعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فاستجاب اللہ بآلہ صمیم بن ثابت کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابو ہریرہ تو فرماتے ہیں۔ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔ خان صاحب فرماتے ہیں۔

**پانچواں اعتراض :-** بخاری وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین کا ایک وفد ایک سازش کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو کافروں نے ایک لشکر صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں درد بھری کہانی اللہ تعالیٰ کے حوالے کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع فرما۔

**جواب :-** خان صاحب نے اس واقعہ پر بھی وہی اعتراضات کیے ہیں۔ جو اعتراض نمبر ۱ میں تحریر ہیں لیکن قدرے کذب بیانی اضافہ فرمائی ہے۔ میر معونہ کے تحت شہداء کا یہ واقعہ مختلف روایات میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ان سب روایات کو مفسر علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں اور صاحب تفسیر نازن شریف

لے :- تسوید النواظر ص ۵۳



نے خازن شریف میں لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْهُمْ أَمَاتُوا  
تحت جمع فرمایا ہے۔ اگر خان صاحب یہ واقعہ نقل نہ فرماتے تو ان کے لیے کیا  
ہی اچھا ہوتا کیونکہ اس میں نجدیوں کے چہرے سے نقاب اٹا گیا ہے۔ ایک  
روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ جس وقت ابوہریرہؓ نے جانے کا مطالبہ  
کیا تو عالم ماکان دہا بیكون صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنْتِ  
اَحْسَنُ عَلَيْهِمْ اَهْلٌ نَجِدُ مَجْهُ خُوفٌ ہے کہ نجدی میرے صحابہ سے  
اچھا بڑا نہیں کریں گے۔ یہ آپ کا خوف حقیقت حال کے معلوم ہونے  
کی بنا پر تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمرو بن امیہ نے آپ کو  
صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: هَذَا  
عَمَلُ أَبِي سَوَّاءٍ دَقَّقْتُ كَلِمَتًا لَمْ يَكُنْ يَدْرِي مَا مَعْنَاهَا یعنی تحقیق میں اسی حادثہ  
کے پیش آنے کی وجہ سے اول امر میں خوف رکھتا تھا اور صحابہ کو بھیجنا  
مجھے پسند نہ تھا نہایت ہو کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کے  
پیش آنے سے پہلے علم تھا کیونکہ لفظ قد ہمیشہ تحقیق کے لیے ہی آیا کرتا ہے  
اور آنحضرت کا صحابہ کو بھیجنا قصداً الہی کے پیش نظر تھا۔ اگر یہ طائفہ وہابیہ نجدیہ  
عربی مہارت کو بعینہم اور پوری تحقیق سے نقل کریں تو وہانیت کی سرے سے  
ای نیک کنی ہو جاتی ہے۔ ہمارے نقل کردہ الفاظ تفسیر خازن شریف بہا مشہ  
تفسیر معالم التنزیل میں جلد ۱ ص ۳۵۴ پر موجود ہیں۔ اور کذب بیانی خان  
صاحب کی یہ ہے کہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ شہداء میرے معزز نے اللہ تعالیٰ  
سے دعا کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر ساتھیوں  
کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے سو یہ بات کسی بھی روایت میں موجود نہیں  
البتہ بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۴۴ پر یہ الفاظ ہیں کہ شہداء نے کہا رَبَّنَا اخْبِرْ

عَنَّا اَحْوَانًا کہ اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو خبر پہنچا دے  
اس کے بعد یہ الفاظ ہیں: فَاتَّخَذَهُمْ عَتَقَهُمْ لَہِمْ صحابہ کو خبر دی ان کے حال  
کی اور ان کے مفہوم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل کر لینے میں  
خان صاحب قصور وار نہیں کیونکہ ان کے گرو گشتال اسماعیل دہلوی کی وصیت  
یہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی جانو۔  
خان صاحب کہتے ہیں:

### چھٹا اعتراض :-

بخاری وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ جب خیر فرج  
ہوا تو ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ بھیجا آپ نے بھی چند تھے کھائے اور  
آپ کے بعض صحابہ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن ہارث معرور  
کی اسی گوشت کی وجہ سے شہادت بھی ہو گئی بلکہ ابو داؤد اور دارمی کی روایت  
میں ہے:

وَلَوْ فِي أَصْحَابِكُمُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّيْءِ

ترجمہ :- کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جنہوں نے  
وہ زہر آلودہ بکری کھائی تھی۔ وفات پا گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین تھے ابو داؤد اور سنن دارمی وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند تھے کھا  
پکنے کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ اے مس کھاؤ کیونکہ یہ بڑیاں مجھے تباہی ہیں  
کہ ہمارے اندر زہر ہے۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے



تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا جوتا خود بھی دکھاتے اور حکم کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منع فرما دیتے کیا دیدہ دانستہ آپ نے ان صحابہ کرام کو زہر کھلا کر مروا دیا۔

جواب :- سبحان اللہ خان صاحب دھوکہ دینے میں یہ طولی رکھتے ہیں اور اسی کمال پر نازاں ہیں۔ خان صاحب نے پہلا دھوکہ تو یہ دیا ہے کہ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے حالانکہ بخاری شریف میں یہ روایت بالفیصل موجود ہی نہیں۔ بخاری شریف میں تو صرف اتنی روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَمَّا قُبِضَتْ خَيْبَرُ أَهْدَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً فِيهَا سَمَةٌ

ترجمہ :- جب غیر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھی گئی اس میں زہر تھا۔

دوسرا دھوکہ یہ دیا کہ آپ نے چند لقمے کھائے یہ بات بھی کسی روایت میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہوگا۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ البراء و اور داری کی روایت میں ہے ثَوَقُ أَصْحَابَةِ الْكَذِبِينَ أَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ

چوتھا دھوکہ یہ دیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانا کھا پینے کے بعد فرمایا کہ یہ بڑیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

داری شریف کی یہ روایت ہے۔

إِنَّ يَهُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ خَيْبَرٍ سَمَتْ شَاةً مَصْلِيَّةً

لہ :- ۱۔ مفقود السورۃ النور ص ۵۵۔ ۵۵۔ ۵۵۔ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۹۔

ثُمَّ أَهَدَتْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْهَا الذَّرْعَ فَكُلَ مِنْهَا وَ أَكَلَ الرَّهْطُ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ شَعْرًا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَقَدِمَا هَانَقَانِ اسْمُهَا هِلْدَا الشَّاةُ فَقَالَتْ نَعَمْ وَمَنْ أَخْبَرُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي هِلْدَا فَقَالَ يَكِيدُنِي الذَّرْعُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَمَاذَا أَرَدْتَ إِلَى ذَلِكَ قَالَتْ كُنْتُ إِنْ كَانَ بَيْنَاكُمْ بَعْضُكُمْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا اسْتَوَحْنَا مِنْهُ فَقَدْ أَذِنَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَأْكُلَ مِنْ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ

ترجمہ :- ابی خیر میں سے ایک یہودی عورت نے جتنی بکری زہر مار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی کھایا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کیسٹ لو۔ اس کے بعد یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر دیا ہے اُس نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دستی نے جو میرے ہاتھ میں ہے یہودیہ نے

لہ :- ۱۔ داری شریف ص ۱۹۔



اقرار کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر آپ بھی ہوں گے تو سر آپ کو کچھ نہ بکے گا اور آپ سے ہماری جان چھوٹے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے گوشت کھایا تھا۔ بعض نے وفات پائی۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔

فَاَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّبْذَاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا دَاكِلًا وَهَظَّ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسِلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ يَقُولُ مَدَامَا فَقَالَ لَهَا اسْمُكِ هَذَا الشَّاةُ قَالَتْ الْيَهُودِيَّةُ مِنْ أَخْبَرِكَ كَانَ أَخْبَرْتُ بِهَذَا فِي يَدِي مِنَ الذِّبْذَاعِ قَالَتْ نَحْنُ قَالَتْ فَمَا أَذْذَتْ لِي ذَائِكَ قَالَتْ قُلْتُ إِنَّكَ كَانَتْ نَبِيًّا خَلَقَ يَصْرُفُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَخَرْنَا مِنْهُ فَمَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ يَعْرِفُهَا تَوَفَّى بَيْنَ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ رَلَهُ

ترجمہ :- یہی ہے جو اوپر گذرا۔

اب داری شریف اور ابوداؤد شریف کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمادیں اور خان صاحب کی سن گھڑت کہانی بھی اور صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرنے

میں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے۔

اعلان :- اگر کوئی شخص داری شریف اور ابوداؤد شریف کے کسی نسخہ سے یہ الفاظ توفی أصحابہ الذین اكلوا من الشاة ثابت کر دے ہم دس روپے انعام پیش کریں گے۔ جگہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ بعض متوفی کون تھے۔

روایت یہ ہے۔

فَاَخَذَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرٍ شَاةً سَمَّيَا فَاَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا دَاكِلًا وَهَظَّ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنِّي أَخْبَرْتُ بِهَا أَنَّهَا سَمُومَةٌ فَمَاتَ بِشَدِيدِ الْجَرَاءِ بَيْنَ مَعْرُودٍ وَالْأَنْصَارِيِّ

ترجمہ :- خیبر میں یہودی عورت نے زہر ڈال کر بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے پس بشر بن البراء بن معرور الانصاری وفات پا گئے۔

شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے



والے اکیلے بشر بن البراء بن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل  
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ  
کے الفاظ سے ظاہر ہے قربان جاؤں عالم ماکان وما یکون عیدہ  
الصلوٰۃ والسلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے  
ساتھ صحابہ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر  
ہو۔ اگر صحابہ کرام کو شریک نہ کرتے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید  
زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر دیے ہی بلے اثر تھی۔ صحابی  
کے وفات پا جانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار  
سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے  
ان میں سے ایک کی موت بھی واقع ہو گئی، دوسرے گوشت کا آپ  
کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔ اور خان صاحب  
کے اس قول سے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا  
کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں، ثابت ہوا کہ گوشت  
کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔ خان صاحب سے ہم پوچھتے  
ہیں کہ کھانے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی دارد کام تو ہو چکا  
تھا اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے جس کے حکم سے گوشت کو گویا بی عطا ہوئی  
اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ خان صاحب اتنے بھولے ہیں کہ یہ  
بھی نہیں جانتے کہ خطرے کی گھنٹی خطرہ سے قبل بجائی جاتی ہے یا بعد۔  
کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا اور دھوکہ دینے کے لیے  
خاندانہ اخبار تثنیٰ جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں  
مجھے خبر دے رہی ہیں۔ کیا اخبارت اور تخبر میں کوئی فرق نہیں ہوا اعتراض

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یکے گئے ہیں۔ وہ سب  
کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ نبی اللہ کے قول اور فعل پر ہر وقت  
اللہ تعالیٰ اپنی نظر قدرت رکھتا ہے۔ جب ایک بات اصولی طور پر ثابت ہو  
اور اس کے خلاف کوئی جزوی واقعہ اصول کے معارض نہیں بنتا بلکہ اس میں  
حکمت تلاش کرنی چاہیے۔

### ساتواں اعتراض :-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
میں بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے  
کر آتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے  
جھگڑے دعویٰ اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر  
اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا  
ہے جو اس نے لے لیا۔ لہذا میرے سامنے سچی ہی بات کہنا، تاہم کرام جناب  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ  
یوں فرما دیتے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن سے بخوبی واقف ہوں ایسے  
پتے اور جھگڑے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہذا میرے سامنے جھوٹ اور  
غلط بیانی نہیں چل سکتی۔

جواب :- حاشا وکذا انبیاء علیہم السلام کے فہم میں کبھی غلطی نہیں  
ہوتی کیونکہ ان کے فہم کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے ہاں اگر اجتہاد میں غلطی  
واقع ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسی وقت آگاہی فرما دیتا ہے اسی اجتہادی غلطی  
پر انبیاء علیہم السلام کو کبھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا چہ جائیکہ غیر اجتہادی اور



میں غلط فہمی کی بنا پر احکام جاری فرمادیں۔ لہذا غلط فہمی کی نسبت سید الانبیاء علیہم السلام والسلام کی طرف کرنا نہایت بے ادبی ہے اور احادیث کی اصل عبارت یہ ہے۔

### حدیث اول :-

قَالَ اِسْمًا اَنَا بَشَرٌ وَاَنْتَ يَا بُنَيَّ  
الْخَصَمُ فَلَعَلَّ بَعْضًا اَنْ يَكُوْنَ اَبْلَغُ  
مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَكَ بِذَلِكَ وَاَحْبَبُ اَنْتَ هَادِيٌّ  
ترجمہ :- آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس  
فیصلہ کے لیے لوگ آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی زبانی بلاغت  
زیادہ رکھتا ہو (اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں) اور میں گمان کروں  
اس کو سچا اور فیصلہ اس کے حق میں دوں۔

### حدیث دوم :-

يَا بُنَيَّ اِنْ خَصَمَ فَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ  
اَبْلَغُ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْبَبُ اَنْتَ  
صَادِقٌ فَاَقْضِيْ بَيْنَهُ  
ترجمہ :- میرے پاس فیصلے آتے ہیں لیکن ہے کہ تم میں سے بعض  
بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو۔ سو میں اس کو سچا گمان  
کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

فَاَحْبَبُ جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں۔ خان صاحب نے اس  
کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا تو تعصب کی بنا پر یا قلت علم کی بنا پر کیا ہے  
حدیث کا سیاق و سباق ہی بتلاتا ہے کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف

سہ :- بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ :- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۶

اُس کے ظاہری بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ نبی اکرم علیہ السلام والسلام  
کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث خان صاحب  
کی تردید اور ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے وہ یہ ہے۔

اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَحْسَنُ  
يَحُجَّتُمْ مِنْ اَبْلَغٍ فَاَقْضِيْ لَكَ عَلٰى كَيْفِ مَا اَمْتَحَنُ مِنْهُ  
ترجمہ :- تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں  
سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی  
دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اُس سے سنوں اُس کے حق  
میں فیصلہ دے دوں۔

نوٹ :- خان صاحب کی تحریف معنوی بالکل ظاہر ہے۔

### آحصوال اعتراض :-

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ جو کہ بخاری شریف  
جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۶  
مذکور ہے۔ اُس میں ہے کہ حاطب نے ایک خط لکھ کر مشرکین مکہ کی طرف  
روانہ کیا۔ جس کو ایک عورت نے جاری تھی۔ نبی اکرم علیہ السلام والسلام نے  
اپنے چند صحابہ کرام کو بھیجا اور وہ اُس عورت سے خط چھین لائے۔

جواب :- اس واقعہ میں تو نبی اکرم علیہ السلام والسلام کے اطلاع علی الغیب  
اور حاضر و ناظر کا بین ثبوت ہے لیکن خان صاحب اس واقعہ پر بھی اپنی جہاڑی  
کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دور کیوں  
لے جانے دیا۔ بیشک انسان کو جس کے ساتھ عداوت ہو اس کا وصف کمال

سہ :- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۷



بھی عیب ہی نظر آتا ہے۔

**نواں اعتراض :-** ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک دیکھ بھال کر کے واپس آ رہے تھے کہ آگے سے اہل مدینہ آپ کو ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو رات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حال کے لیے جایا کرتا ہے اور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے۔

**جواب :-** اس واقعہ میں تو آپ کے ارشاد مبارک **مَسِيْدُ الْقَوْمِ** **خَادِ مُصَمِّمٌ** کا عملی ثبوت ہے اور عملی ثبوت آپ نے اس موقع پر اس واسطے دیا تاکہ قرآن مجید کے ارشاد **لَا تَقْعُدُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ** میں داخل نہ ہوں۔ نہ کہ آپ تحقیق حال کے لیے گئے اور نہ ہی آپ نے واپس آ کر اپنی تحقیق سے اہل مدینہ کو آگاہ کیا اسل روایت یہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ خَرَجُوا مَكَّةَ فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَدِفَ صَلَاحَةً كَانَ يَقْطِفُ أَوَّكَانَ يَنْهِيهِ بِحِطَاتٍ فَمَنْ رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هَذَا أَيْحًا فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَخْرُجُ إِلَيْهِ

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل مدینہ

کو گھبراہٹ ہوئی پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر پایا۔ پس اس کے بعد کبھی اس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جہاں **مَسِيْدُ الْقَوْمِ** **خَادِ مُصَمِّمٌ** کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت تو خادوسوں کے عیب ختم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پر دلالت نہیں کرتا۔

**دوسواں اعتراض :-** **مَسَلَّ شَرِيف** جلد ۲ ص ۲۷۷ کہ حضرت حذیفہ کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

**جواب :-** اس حدیث پاک سے تو انتظام سلطنت کے اصولوں کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایامِ خلافت میں برابر تین دن جبریل علیہ السلام کو دریافت حال کے لیے بھیجا حدیث شریف سے ثابت ہے اس کا کیا جواب ہو گا اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا چونکہ نفوسِ قلعیہ سے ثابت ہے لہذا جبریل علیہ السلام کے بھیجنے میں کوئی حکمت تلاش کرنی چاہیے تو کہا جائے گا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا اور مطلع علی الغیب ہونا بھی نفوسِ قلعیہ سے ثابت ہے اور دشمنوں کے حالات کے نامعلوم ہونے پر کوئی نصِ قطعی بھی پیش



نہیں کی جاسکتی لہذا یہاں کہیں نہ حکمت تلاش کی جائے جبریل علیہ السلام کے دریافت حال کے لیے آنے والی حدیث شریف علامہ حسن عدوی حمزوی نے اپنی کتاب مشرق الانوار ص ۱۷ پر نقل کی ہے اس کے علاوہ اور بہت سے علماء وارثین اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر لائے ہیں۔  
**گیارہواں اعتراض :-** مسلم شریف ج ۲ ص ۲۳۱ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کی وہ شخص دراصل غلام تھا۔ حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا و کفو یُشْعِرُ اللہَ حَبْدًا آنحضرت کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دے کر وہ ایک غلام خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کسی سے بیعت نہیں کیا کرتے تھے حتیٰ یَسَاءَلُكَ عَبْدُكَ وَتَتَنَبَّأُ بِهِ نَبْرُوحَ لَيْتَ كَرَاهَ يَسْأَلُكَ يَأْخُذُكَ

جواب نمبر ۱ :- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا دانستہ طور پر کیا تھا تا کہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید و فروخت کا جواز ثابت کریں جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔  
 جواب نمبر ۲ :- وَ كَلَّ يَشْعِرُ اللہَ حَبْدًا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل نہیں پڑی جاسکتی کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے۔ جبکہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پر راوی کو کیسے اطلاع ہوئی اگر راوی کے لیے باطن پر اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے

بدرجہ اولیٰ تسلیم کرنی ہوگی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا وہ اس لیے تھا کہ وہ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیئے جائیں۔

**بارہواں اعتراض :-** منافقین مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مایور نامی ایک غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت کو بھی یقین ہو گیا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار دی اور طہارت میں آکر فرمایا۔ مایور جہاں سے اس کو قتل کر دینا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تھا حضرت علی کو کیا ہمت تھی کہ وہ اس میں پس و پیش کرتے آخر تماشا کرتے کرتے مایور کا سراخ نکال ہی آیا۔ وہ بیچارہ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا حضرت علی نے جب اس کو پکڑ کر کھینچا تو اس کی شکمکش میں اس کا تہ بند کھل گیا۔ وہ زندہ ہو گیا حضرت علی نے دیکھا کہ لَعَنَ يَخْلُقُ اللہَ لَعَنَ مَا لَعَنَ جَالِ اللہَ تعالیٰ نے فطرۃ اس کا کہ تناسل ہی پیدا نہیں کیا۔ حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الشَّجَّةُ تَبْدِي مَا لَا يَبْدِي الْقَائِمُ یعنی حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

جواب ۱ :- رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ یہ صرف افواہ ہی ہے حقیقت اس کی کچھ نہیں اور نہ تو اس خبر کو زور نہ پڑنے دیتے ابتداء میں ہی



حکم فرما دیتے ہیں خیر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

جواب :- اگر ہنزل خان صاحب آپ کو یقین آگیا تھا کہ حاکم یہ لفظ خان صاحب کا بہتان ہے بہر حال زنا کا مقدمہ بغیر عینی شہادتوں کے یا بغیر زانی کے اقرار کے کیوں کر فیصلہ پایا پھر سزا پر فیمن کو کیوں نہ سنائی گئی یہی حصول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین آجانے کے بعد بھی ماریہ سزا کی مستحق نہ تھی۔ مابور اکیسے کو کیوں واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت امر کی اطلاع تھی صرف اظہار برائۃ کے لیے ملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلواریں دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار برائۃ فرما دیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا ہے اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب برائۃ حرم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الریہ میں لایا گیا ہے۔

## علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں

قِيلَ لَعَلَّهُ كَانَ مِنْ أَقْبَاءِ مُسْتَحَقًّا لِلْقَتْلِ بِطَوْنِ أَخْرَدَ  
جَعَلَ هَذَا مُحَرِّقًا بِقَتْلِهِ بِخَفَاتِهِ وَغَيْرِهِ لَا بِالزَّانَا وَوَدَّ  
كَتَمَهُ عَلَى رَحِمَتِ اللَّهِ عَنْهُ إِعْتِمَادًا عَلَى أَنَّ الْقَتْلَ  
بِالزَّانَا قَدْ عَلِمَهُ إِنْتِفَاةَ الزَّانَا لَهُ

ترجمہ :- یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ

سے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہذا وہ مظلوم ہے۔

اور آخری جواب :- یہ ہے کہ یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُؤْتَى الْفُلَّ

میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الہی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے بے خبر نہ تھے۔

باقی رہا آپ کا ارشاد الشاہد یؤزی ما لا یل ی أنفایہ یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہوا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تیسرے اعتراض :- مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۱ ایک نوٹ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی

تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دو۔ وہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس میں ہے انہوں نے اس کو سزا نہ دی کہ حالت نفاس میں سزا درست نہیں۔۔۔۔۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ نوٹ میں ہے ہاں بچہ ہوا ہے۔

جواب :- اس حدیث میں عدم علم کی کوئی دلیل ہے بلکہ اس میں تو اس



مسند کی تعلیم ہے کہ ہندی زانیہ اگرچہ حالت نفاس میں ہو یا بیمار اس پر حد کا حکم جاری کیا جائے البتہ حد میں تاخیر کی جائے گی اس کے پاک یا تندرست ہونے تک۔

**چودھواں اعتراض** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار پائی کے نیچے گھس گیا۔ آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے طاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کتا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا ہے انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے علم نہیں۔ آپ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو علم ہوتا۔

**جواب**۔ آپ کا سوال صرف اظہار ناراضگی کی بنا پر تھا اور مراد آپ کی یہ تھی کہ کتا کیوں گھر رہنے دیا گیا۔ اسی لیے سیدہ عائشہ نے قسم کھانی۔ اگر آپ کے سوال میں اظہار ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب داخل ہوا ہے لہذا خان صاحب کا سوال صرف کم فہمی کی بنا پر ہے۔

**پندرہواں اعتراض** مسند رک ج ۲ ص ۱۳۳ حضرت علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قرینہ میں مجھے بھی صحابہ کرام نے گرفتار کیا۔ چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا تھا میرے بارے میں صحابہ کو تردد ہوا کہ آیا میں بالغ ہوں یا نابالغ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ایک مخصوص طریقہ سے دیکھ لو چنانچہ ان کا معائنہ ہوا تو وہ نابالغ نکلے اس لیے ان کو قتل نہ

مسند۔ تصویب النواظر ص ۱۱۰

کیا گیا۔ حاضر و ناظر کو کیا مسیت ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے ایسے معاند کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ

**جواب**۔ معترض کی حماقت قابلِ داو ہے کہ صحابہ کے تردد کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل بنایا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس وقت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم کی بنا پر ان کو بتا دیتے اور اگر بعد میں تنہا صحابہ کو ایسا امر پیش آتا تو پھر وہ کیا کرتے۔ چونکہ معاملہ بڑا اہم تھا ایک جان کے قتل کرنے کی بات تھی۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو ایک خاص طریقہ کی تعلیم فرمادی۔

اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول اَنْظُرْ اَيْنَ هُوَ سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں مَسْنَى احْسَنَ الصَّحَابَةِ الذَّوْبَعِي سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا بھی حماقت ہے کیونکہ یہ گفتگو عام عادت انسانی کی بنا پر تھی۔

**اعتراض**۔ ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا کیا خیر کی ساری کھجوریں اسی قسم کی ہوتی ہیں صحابی نے کہا نہیں خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں بلکہ

**جواب**۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال میں استنبہام الزکا رہی ہے درندہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقصود تھی۔ تیسرے وہ اہل خیر

مسند۔ تصویب النواظر ص ۱۱۰۔ مسند۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۰



ان کھجوروں کو ناجائز طریقہ سے خریدتے تھے جو کہ سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خرید کرو۔

سبحان اللہ عظیم مَا كَانُوا يَكُونُونَ كِي كَوْنِي حُرْكَتِ مَبْنِي حَكْمَتِ مَعِي خَالِي ذِمَّتِي۔ اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی؟ لیکن کو رہا ملن کو آپ کے افعال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے، حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا كَانُوا يَكُونُونَ كِي كَوْنِي حُرْكَتِ مَبْنِي حَكْمَتِ مَعِي خَالِي ذِمَّتِي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الْعَبَاغَ مِنْ هَذَا الْبَلَدَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ يَبْنَؤُكَ الْجَمْعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجِعْ شَعْمَ الْبَلْعِ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَمْعًا

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اسے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بچو و بچو کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے خریدو۔

اعتراف :- حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا ایک دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ دُر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا۔

سنہ ۱۰۰ - بخاری شریف جلد ۳۱ - سنہ ۱۰۰ - مسلم شریف جلد ۳۳ -

نوٹ :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم علم منصوص ہے۔ جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سوالے خان صاحب کی جہالت کے اور کچھ بھی منصوص نہیں کیونکہ حدیث کی عبارت میں یوں ہے۔  
لَوْلَا أَنْ لُكُؤُنَ مِنْ الصَّدَقَةِ لَا كُفُّوا

ترجمہ :- اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا۔

یعنی میرا نہ کھانا اسی وجہ سے ہے کہ یہ صدقہ کی ہے کیونکہ لولا کا استعمال شک کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَا أَنْ لُكُؤُنَا مِنْ تَرْتِيبِهِ لَكُنَّا بِالْعَرَبِ

یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فضل نہ سمجھتا تو ایک پیشل میدان میں پھینک دیے جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل نے ان کو سمجھایا اس لیے اُن کو میدان میں نہ چھوڑا گیا بلکہ سرفراز فرمایا گیا اللہ کے اعتبار سے حدیث کی عبارت اور قرآن مجید کی عبارت میں کوئی فرق ہے فَانْقَضَتْ وَتَذَكَّرُوا

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی کھانا آتا تو آپ بغیر تحقیق کے نہ تناول فرماتے یہ بھی تعلیم امت کے لیے تھا کہ کھانے سے پہلے خوب تحقیق کر لو کہ آیا یہ کھانا کھانا تمہارے لیے جائز ہے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محلال اور طیب کھانا کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

قارئین حضرات :- طائفہ دہلیہ مجددیہ کے اعتراضات سے ہم اس نتیجہ

سنہ ۱۰۰ - پیکر القلم ج ۱ - آیت ۴۹ -



پر پہنچے ہیں کہ یہ حالت اس وقت خوش ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لاتے اور تمام معاملات دنیاوی کو اپنے علم اور عرفان پر مبنی رکھتے ہوئے انہام دے کر دنیا سے رخصت ہو جاتے اور پیچھے آنے والوں کے لیے کوئی اسوہ حسنہ نہ چھوڑتے اور مخلوق خدا ہر معاملہ میں پریشان حال ہوتی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا کوئی طریقہ غیب نہ ہوتا اور نہ آپ کی اتباع اس کسی کو غیب ہوتی نہ یہ اولیاء کرام ہوتے جو کسراستقیم کے لیے نشان راہ ہیں نہ کتب احادیث ہوتیں جو کہ قرآن کی قوی اور فعلی تفسیر ہیں۔ مخلوق خدا کو اس طائفہ ولایت کے ہی رحم پر ڈال دیا جاتا جن کے ایک غوث ارشد احمد گنجوی کی یہ شان ہے کہ بھرے مجمع میں معشوق کو ساتھ لٹا لیتے اور رات کو خواب دیکھتے تو مردوں کے ساتھ بہتری کا دیکھتے اگر یہ سب کچھ ہوتا تب نبی اکرم علیہ السلام والسلام مطلع علی الغیب بھی ماننے جاتے اور حاضر و ناظر بھی چونکہ اب آنحضرت علیہ السلام والسلام ہر معاملہ میں اپنا اسوہ حسنہ چھوڑ گئے ہیں لہذا نہ مطلع علی الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر۔

قَمَّتِ ابْنَابُ الشَّيْءِ بِمَعْلَمِهِمْ قَالُوا وَبَشَلِ  
رَسُولِهِ الْكَذِبُ عَلَيْهِ السَّلَامَةُ وَالسَّلَامُ  
دَائِمًا أَبَدًا

سہ :- ارواح شوقہ ص ۳۳۶ - ستہ :- تذکرۃ الرشید ص ۳۶۰

## تیسرا باب

نبی اکرم علیہ السلام کی عداوت کی بنا پر خان صاحب گکڑوی کو تحریر کا شوق تو کہہ گیا۔ لیکن سیدہ تحریر سے باطل ثابت ہیں۔ اہل علم میں سے جو بھی کوئی ان کی کتاب کو پڑھے گا اس پر یہ بات باطل واضح ہو جائے گی۔ کہ کلام میں ربط و منبہ باطل مفقود ہے۔ کلام کو موضوع سے خواہ کوئی تعلق اور نسبت ہو یا نہ ہو پس کلمہ دنیا ان کا کام ہے۔ چونکہ ہم جوابات دینے کے درپے ہیں اس لیے مجبوراً خان صاحب کی راہ ہی اختیار کی ہے تاکہ جوابات کو سوالات سے تحریری طور پر مطابقت ہو۔ خان صاحب اپنی کتاب کے تیسرے باب کو فقہاء کرام کی عبارتیں نقل کر کے یوں شروع فرماتے ہیں۔

كَبُلُ شَرِّ رَحْمَةٍ بِمَعْلَمِهِمْ قَالُوا وَبَشَلِ  
رَسُولِهِ الْكَذِبُ عَلَيْهِ السَّلَامَةُ وَالسَّلَامُ  
دَائِمًا أَبَدًا

ترجمہ :- ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک سے نکاح کیا اور  
بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ اہم خدا قتلے اور اس کے

سہ :- فتاویٰ قاضی خان ۔



رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ کرتے ہیں، فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ انکار کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا کیسے جانتے ہیں۔

اس کی مثل دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجماع کی عبارتیں خان صاحب کو مفید اور ہمارے عقیدہ کو مضرب نہیں۔ کیونکہ فقہاء کرام کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّهُ اعْتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُنُّ الْغَيْبَ بِالْاِسْتِقْدَالِ پہلا قرینہ۔ قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ ناک کا عقیدہ یہ بھی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب بالاستقلال ہی ہے تو گواہی میں تساوی مستلزم ہے عقیدہ میں تساوی کو یہ یقیناً کفر ہے۔

دوسرا قرینہ۔ فقہاء کرام نے یلم الغیب کے عقیدہ کو جو کفر کہا ہے اس کو اگر عام رکھا جائے تو یَسْأَلُ الْغَيْبَ بِاِحْصَانِمْ تَعَالٰی کا عقیدہ رکھنا بھی کفر شہرتا ہے حالانکہ یَسْأَلُ الْغَيْبَ بِاِحْصَانِمْ تَعَالٰی کے عقیدہ کو کفر کہنا خود کفر ہے کیونکہ قرآنی آیات کا انکار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَكَذَّبُوهُمُ عَلَىٰ غَيْبِهِمْ آخِذًا بِالْمَنِ اَرْتَابُ  
مِنْ رَّسُوْلِيْ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔  
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَهُۥ۔ پِلَّ الْبَنِ پِلَّ آیت ۷۰۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ  
رَّسُوْلَهُ مَن يَّشَاءُ مِنْ

ترجمہ۔ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے اطلاع دے تم کو غیب پر مگر چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

لہذا اگر فقہاء کرام کی عبارات کی یہ توجہ نہ کی جائے تو قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے نہ ہو کہ صریح پھر تو خان صاحب کی بھی خبر نہیں کیونکہ یہ اپنی کتاب تسوید النواظر کے مسئلے پر اقرار کرتے ہیں کہ ایسے ایسے علوم و معارف وقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ تو وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ بلکہ

اب خان صاحب سے سوال ہے کہ اگر فقہاء کرام کی عبارتوں کو علی الاطلاق رکھا جائے تو آپ دائرہ اسلام سے خارج اور از وقت تحریر آج تک یہودی سے ہمسری زنا اور اولاد حرامی اور تمہارے گرو اشرف علی صاحب جو کہ زید عمر بکر مریم و جنون و ہر جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی علم غیب تسلیم کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

بلکہ سارے طائفہ وادیہ نجدیہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مانتے ہو یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو فقہاء کی عبارت کے عموم کے تحت کافر ٹھہرتے ہو اگر نہیں مانتے تو نصوص قرآنیہ کے تحت کافر ٹھہرتے ہو۔ لہذا ہماری کی ہوئی توجہ بغیر قبول کیسے ان کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

لہ۔ پِلَّ اَلْ عَمْرَانِ پِلَّ آیت ۷۹۔



ہمارا عقیدہ :- ہم اپنا عقیدہ پھر ایک مرتبہ واضح کر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا غلام اللہ بقیۃ عنہم فیئیشہ جو کہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں ان پر اطلاع رکھتے ہیں نہ آپ عالم بالذات ہیں اور نہ ہی آپ کا علم جمیع علوم غیبیہ کو محیط ہے۔ پس یہ حق اور ثابت ہے اور یہ جو بعض کا گمراہی نے تحریر کیا ہے یہ بعض بھی ایسا ہے کہ مخلوق کے نزدیک غیر متناہی اور عند اللہ متناہی ہے اور یہ ہم پر بہتان مروج ہے کہ ہم انصاف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم بالذات اور محیط کی مانتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ قطعاً محال ہے اور علماء اہل سنت کی تحریروں اور تفسیروں میں جو جمیع مآکان و مائیکون کے عالم ہونے کا ذکر آتا ہے سو اس سے محیط کی لازم نہیں آتا بلکہ جمیع مآکان و مائیکون میں ہی علوم الہیہ کو منحصر کرنا تو جہالت ہے ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں۔

جَعَلَهُ الْوَيْلُ مِنْ عُلُومِ الْأَنْبِيَاءِ بِمَعْنَى لَوْ قَطَعَتْ مِنْ سَبْعَةِ أَمْثَلِ عِلْمِ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ عِلْمِ كَيْتَانَا خَمْدٍ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى لَا الْمَنْزِلَةَ وَاعْلَوْ كَيْتَانَا مِنْ عِلْمِ الْخَلْقِ سُبْحَانَ اللَّهِ بِهَذَا الْمَعْنَى لَوْ

ترجمہ :- اولیاء کا علم بمقابلہ انبیاء کے علم کے ایسا ہے جیسا سات سمندروں میں سے ایک قطرہ اور علم انبیاء بمقابلہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسا ہی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ایسا ہی ہے۔

سہ :- شرح قصیدہ بردہ نور بخش ترمذی ص ۱۳۳

مآکان و مائیکون کے بعد سے یہ طائفہ ولایہ اس لیے چڑتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کو اسی میں منحصر جاتا ہے۔ اب بعض فقہاء کرام کی عبارت تکفیر کے بارے دیگر فقہاء کرام کا خیال ملاحظہ فرمائیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّائِيَةِ خَاتِمَةُ فِي الْحَقِّ ذَكَرَ فِي الْمَلَقِ أَنَّ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تَصْرَعُ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الرَّسُولَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْغَيْبُ قُلْتُ بَلْ ذَكَرَ فِي كِتَابِ الْغَيْبِ أَنَّ مِنْ جَعَلَهُ كَرَامَاتِ الْأَوَّلِينَ إِلَّا حَلَّاحٌ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيْبَاتِ

ترجمہ :- تاہم تاخانیہ اور حجتہ میں ہے کہ صاحب معلق نے ذکر کیا ہے کہ اس قائل کی تعفیر نہ کی جائے۔ کیونکہ اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح مبارکہ پر اور یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیب جانتے ہیں۔ میں زمین علامہ شامی لکھتا ہوں بلکہ کتب عقائد میں یہ ذکر ہے کہ جہد کرامات اولیاء میں سے اطلاع علی بعض المغیبات بھی ہے۔

اور مصنف تقدیس الاکیل من ترمذین رشید و خلیل رکھتے ہیں۔

ہر چند اس میں بہت گلام ہے مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ والدہ علی المدرا لہ اور صاحبہ طحاوی وغیرہ ہمارے ہاں میں بسند تاخانیہ و مقامی جہد و منطق وغیرہ سے تصریح ہے۔ إِنَّ رَدَّ آيَةِ التَّكْفِيرِ ضَعِيفَةٌ عَلَيْهِ صَحِيحَةٌ لِأَنَّ

سہ :- شامی جلد ۲ ص ۱۳۳



الْأَشْيَاءَ فَكَّرَ مَنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصِرُّ فَالْبَعْثُ  
الْغَيْبُ بِالْعَدَمِ وَمَنْ يَدْلِيلُ آيَةِ عَالِمٍ الْغَيْبِ فَدَلِيلُهُ عَلَى غَيْبِهِ  
أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ بَلَّ الْأَصْلَاحُ عَلَى بَعْثِ الْغَيْبِ  
مِنْ كَرَامَاتِ الْأَوْسَاءِ هَلْ هَذَا خَلَا حَسَةً مَا فِيهِ وَدَلِيلُ الْمَحْطَا وَ  
الصَّحْطَا وَ هَلْ كَذَا فِي الْمُجِبُّو عَنِ الْخَفَاءِ وَغَيْرِهِمَا.

یعنی روایت مخیر ضعیف ہے صیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور باعلام الہی بعض غیب جانتے ہیں۔ دلیل اس  
آیت مذکورہ کے بعد بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے۔  
کیوں جی خان صاحب اگر عبارت کی ترجمہ بھی دے دی جائے تو ایسی تو  
جس کو فقہاء نے ضعیف کہا ہو سے مسلمانوں پر حکم کفر صادر کرنا کہاں کی ایسا بڑی  
جسے۔ بعد ابن نجیم تو فرماتے ہیں۔

أَكْفَرُ شَيْءٍ عَظِيمٌ فَدَلِيلُ الْكُفْرِ مِنَ كَافِرٍ صَحِيٍّ وَجَدَتْ  
رَدًّا عَلَيْهِ لَا يَكْفُرُ بِهِ

ترجمہ :- کفر ایک بڑی بات ہے پس مسلمان کو کافر نہ بنا جبکہ تو اس  
کے مدعی مخیر کی روایت پاس ہے۔  
پھر فرماتے ہیں۔

لَا يُفْتَى بِكَفَرِهِ مُسْلِمٌ أَمَّا مَنْ كَفَرَ بِهِ عَلَى تَحْقِيقِ حَسَنِ  
أَوْ كَانَتْ فِي كُفْرِهِ اخْتِلَافٌ وَكَوْنُهُ بِإِثْبَاتِ ضَعْفِهِ

ترجمہ :- نہیں فتویٰ دیا جائے گا مسلمان کی تکفیر کا اگر اس کے کلام کو اپنے محل

پر حمل کیا جا، ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت  
اختلاف ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

فقیہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تصریحات کے بعد روایت مخیر  
کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور علامہ شامی اور علامہ طحاوی  
رحمۃ اللہ علیہما کی بات باطل حق اور صیح ثابت ہوئی۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا جواب :-

علامہ علی قاری نے مسائرہ کی جو عبارت نقل کی ہے کہ

وَكَلَّمَ السُّنَنِيَّةَ تَصْرِيحًا بِالشُّكِّ فِيهِ بِإِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْلِقُ الْغَيْبَ .

ترجمہ :- فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
علم غیب جانتے ہیں یہ عقیدہ کفر ہے۔

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ يَقْلِقُ الْغَيْبَ بِالْإِسْتِقْلَالِ کیونکہ اس  
عبارت سے پہلے علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں۔

إِعْلَمُوا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَهُ يَقْلِقُوا الْغَيْبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ وَالْأَمَّا  
أَعْلَمُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ :- جان لو کہ انبیاء اشیاء غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ  
نے اُن کو بتلایا ہو۔

ثابت ہوا علم الغیب بالاستقلال کا عقیدہ ہی کفر ہے۔

اس مقام پر خان صاحب کی ایک اور ممانعت ملاحظہ ہو۔



آپ فرماتے ہیں۔ ذاتی اور عطائی کا قصہ چھیڑنا ہی بیکار اور باطل ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ اور خالق ماننا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلکہ دیگر بزرگوں کو عطائی طور پر الہ اور خالق تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا بلکہ

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ۔  
کوئی صاحب علم اور عقل سلیم بھی ایسی باتیں کہہ سکتا ہے؟  
جہلاء کی ایسی خرافات کا جواب بھی اہل علم پر ضروری ہے؟

ہم خان صاحب سے صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ اگر آپ صفت الوہیت کا عطائی طور پر ملنا یا اللہ تعالیٰ کا الوہیت عطا فرمانے کا اقرار کرنا ثابت کروں جیسا کہ علم غیب عطا کرنے کا اقرار قرآن فیہ میں موجود ہے تو کسی میں صفت الوہیت عطائی تسلیم کرنا عین ایمان ہوگی۔ ورنہ تو آپ کا یہ قیاس مع الفادق اور سراسر شیطانی ہوگا۔

خان صاحب نے معنی احمد یار خان صاحب لکھنوی و امت برکات پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عرض اعمال کی صحیح سند کے ساتھ کوئی متواتر حدیث موجود ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ سوال صرف کم علمی کی بنا پر کیا ہے ورنہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَأَسِئْرَے اللّٰہُ عَمَلُکُمْ وَرَسُولُہٗ

ترجمہ :- عنقریب دیکھ لیگا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل اور اس کا

سہ :- تسویر النواظر ص ۷۹ - سہ :- تسویر النواظر ص ۷۸ -

سہ :- پت توبہ ص ۹۸ - آیت ۹۸ -

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دیکھو ایک ہی فعل ہے اور فاعل وہ جیسا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے گا ویسا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صرف قدرت رویت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعد اللہ تعالیٰ کم از کم اس آیت سے عرض اعمال تو ضرور ثابت ہے۔ دوسری آیت کریمہ :-

عَبْدٌ یُّذِکُّ عَمَلُہٗ مَا عَمِلَ

ترجمہ :- گواہ گزرتی ہے آپ پر تمہاری تکلیف۔

اس آیت سے بھی اول تو مشاہدہ اعمال ورنہ عرض اعمال تو یقیناً ثابت ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں کیا خان صاحب کو اب بھی حدیث متواتر کی تلاش باقی رہے گی اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ اپنی کتاب میں کتنی احادیث متواتر لائے ہیں۔ (جواب نادر)

فرماتے ہیں۔

خان صاحب کی لمن ترانی یعنی اعتراض :- ہم فریق مخالف کو دعوت

مکر دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم فقہاء احناف کی دو شہادتیں بلکہ ایک ہی شہادت اور حوالہ پیش کر دے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتا یا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آپ کو ہر عقد نکاح کا علم نہیں یا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں یا آپ کو علم غیب کی عطا نہیں ہو ا وہ کافر ہے۔

سہ :- پت توبہ ص ۹۸ - آیت ۱۲۸ - تسویر النواظر ص ۷۸ -



جواب :- ہم بات کر طول نہیں دیتے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خان صاحب صرف اتنا کہہ دیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہ نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض علوم غیبیہ پر اطلاع نہیں (جس میں ما کان وما یكون داخل ہے) دی، پھر دیکھیں کہ کتنی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ فقہاء کرام کوئی خان صاحب کی مانند نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون کونسا کہاں کہاں جاری ہوتا ہے۔

اعتراض :- یہ باب خان صاحب نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَمَانَا مَنْ قَالَ أَزْوَاجُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ لَقَلَّ يَكْفُرُ.

ترجمہ :- ہمارے علمائے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی رو میں حاضر ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب :- اس عبارت کی بہت سی توجہیں ہو سکتی ہیں۔

ازواج المشائخ حاضروں کا جنہاں جملہ اسمیہ ہے جو کہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور ہر وقت ہر جگہ بھی منہوم ہے اور حیح مشائخ بھی مراد ہیں۔ سو وہ یہ تکثیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَلَّ مَسْتَقَرٌّ مَا وَصَلُوا مَعَهَا یعنی اللہ جانتا ہے اُس کی جگہ حیات میں اور بعد الموت کے۔ لہذا قائل ایک ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جو مغیبات میں سے ہے۔ لیکن اس عبارت کو اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کی بھی روح مبارک کسی وقت کسی جگہ بھی حاضر نہیں ہو سکتی۔ علامہ حسن العدوی الحمزادی فرماتے ہیں۔

قَالَ لَقَدْ وَصَّلَ بِي الْمُرْتَضَى السَّاحِبُ لَا رُوحَهُمْ  
بَلْ لَشَبَابِهِمْ كَمَا حَقَّقَهُ عُمَدَةُ الْمُحَدِّثِينَ وَلَيْسَ الْعَارِفِيُّ  
الْبَدِيءُ كَانَ يُجْتَمِعُ بِالسَّيِّدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنُقْطَةِ  
الْمَحِيقَةِ سَيِّدِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي جَمْرَةَ رَحِمَهُ

ترجمہ :- پس بیشک اولیاء کی ارواح کے لیے عالم برزخ میں آزادی ہے بلکہ اُن کے اجسام کے لیے بھی جیسا کہ تحقیق فرماتی ہے عمدۃ المحققین اور لیث العارفین برطانیہ تھے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کرامت بیداری میں محقق سیدی عبداللہ بن جریر (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔

قَامَتْ أَلْبَابُ الثَّالِثِ بِشَوْ يَتَقَبَّحُ تَعَالَى وَيَكْفُرُ بِرَسُولِهِ

الْمُتَأَمِّنُونَ عَالِمٌ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لَيْسَ

عَطَاءُ رَقَبَةٍ بِمَقْشُورٍ وَلَا كَرَّةُ

الْمَكَافَرَةُ.

لے :- مشارق الانوار ص ۴۰



## چوتھا باب

اس باب میں خان صاحب نے اہل سنت کے دلائل حاضر و ناظر کا جواب دینے میں ایڑی چرٹی کا زور لگایا ہے مگر ناکامی کا منہ ہی دیکھتا پڑا اور آیات قرآنیہ کے شان نزول اور مقدم اور مؤخر کی لاجینی بحث چھیڑی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے دلائل مسئلہ حاضر و ناظر پر مندرجہ ذیل ہیں۔

آیت نمبر ۱: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ :- اسی طرح ہم نے تمہیں عادل امت بنا دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

خان صاحب نے اس آیت مبارک میں اُمّۃً و سَطًا کا ترجمہ بہتر امت کیا ہے۔

آیت نمبر ۲: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ حَضَرٍ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰذِهِ شَهِيدًا

ترجمہ :- پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں

۱۔ پٹ الہرقو نے آیت ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ تفسیر النواظر

۲۔ پٹ الساد نے آیت ۴۱۔

گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آیت نمبر ۳: لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

ترجمہ :- تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت نمبر ۴: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا

ترجمہ :- اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیشک بھیجا ہے ہم نے آپ کو گواہ۔

آیت نمبر ۵: إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا شَهِيدًا

ترجمہ :- بیشک بھیجا ہے ہم نے تمہاری طرف رسول گواہ۔

تمام عربی لغات میں شاہد شہید کا معنی گواہ دیکھنے والا ہی کیا گیا ہے امام راضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْعَصُورُ مَعَ الشَّاهِدِ وَالشَّاهِدُ بِالْبَصَرِ وَالْبَصِيرَةُ

ترجمہ :- حاضر ہونا اور گواہی کے معنی موجودگی بعد مشاہدہ ہونے اور مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔

بھر فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالْعَصُورُ الْمَجْرُودُ أَوَّلًا وَالشَّهَادَةُ

۱۔ پٹ ج ۱۰ ع ۱۔ ۲۔ پٹ الحزاب نے آیت ۴۵۔

۳۔ پٹ منزل نے آیت ۵۱۔ ۵۲۔ مغزوات راضی ۵۳۔



مَعَ الْمُشَاهِدَةِ أَذَلَّ

ترجمہ :- موجودگی میں صرف حاضر ہونا ہی اولیٰ ہے اور شہادت میں گواہی مع المشاہدہ اولیٰ ہے۔

ثابت ہوا کہ گواہی میں اولیٰ اور افضل گواہی مع المشاہدہ ہی ہے اور اصل معنی میں شہید کے اور شہادت بالتامع اس سے کم مقام رکھتی ہے۔ فقہاء کرام نے یہ معنی ہی بیان فرمائے ہیں۔ فقہ شمس الترمذی بن محمد زسانی فرماتے ہیں۔

أَشْبَهْتُ مِنَ الشُّهُودِ أَيْ الْحُضُورِ أَوْ مِنَ الشَّمَاةِ أَيْ الْحُضُورِ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ عَلَيْهِ  
ترجمہ :- شہید یا شہود بمعنی حاضر سے ہے یا شہادت بمعنی حاضر مع المشاہدہ سے ہے مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔ پھر فرماتے ہیں۔

الشَّمَاةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ كَمَا فِي الْمَقَرَّاتِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- شہادت بمعنی مشاہدہ حاضر ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ مفردات امام راغب میں ہے۔  
در المختار میں ہے۔

تَسْرِطُ الشَّحْلُ ثَلَاثَةُ الْعُقُلِ الْكَامِلِ وَكَتَبَ الشَّحْلُ

سہ :- مفردات امام راغب ص ۲۶۹ ۔ سہ جامع الرموز ج ۱ ص ۱۳۹ ۔

سہ جامع الرموز ج ۲ ص ۳۸۳ ۔

الْبَصَرُ وَمُعَايَنَةُ الْمُشْهُودِ بِهِ إِلَّا فِيمَا يَثْبُتُ

بِالتَّمَايُجِ ۔ (رد المحتار کتاب الشہادۃ)

ترجمہ :- تحمل شہادت کی تین شرطیں ہیں وقت تحمل عقل کامل ہونا اور بصر کا ہونا یعنی اندھا نہ ہو اور مشہود بہ کا معائنہ کرنا مگر ان بعض امور میں جن میں تمایع سے شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ بِمَا لَمْ يُعَايَنَهُ بِالْأَوْجَاعِ إِلَّا فِي مَقَرٍّ ۔  
ترجمہ :- اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر معانیہ کے گواہی نہ دی جائے مگر وہ امور ایسے ہیں کہ ان میں گواہی سنی سنائی بھی مقبول ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ

لَا تَقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمَى عَلَيْهِ

ترجمہ :- نابینا کی گواہی مقبول نہیں۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ گواہی میں اصل حاضری بمع معائنہ ہی ہے اور یہ گواہی ہر باب میں مقبول ہے بخلاف سنی ہوئی گواہی کے کیونکہ وہ صرف چند بابوں میں مقبول باقی سب میں مردود ہے اور خان صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ قدوری میں ہے کہ گواہ کے لیے درست نہیں کہ بن دیکھے کسی چیز کی شہادت دے مگر نسب، موت، نکاح، جماع، قاضی اور حج کی تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی درست ہے۔

سہ :- قدوری ص ۲۱۶ ۔ سہ :- تسویر النواظر ص ۱۱۲ ۔



اور پھر لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایت اس عبادت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يَجُوزُ لِشَهِيدٍ أَنْ يَشْهَدَ بِالْإِشْهَادِ وَقَالَ  
بِالشَّوْكَاتِ أَوْ إِخْبَارٍ مَنْ يَشْفِقُ بِهِ

ترجمہ :- یعنی جو چیز کو قرائت کی وجہ سے مشہور ہو جائے یا کسی شہد اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے دے۔

ان مذکورہ حوالوں سے بھی یہ ظاہر ہے کہ نسبی سنائی گواہی کا مقام جواز ہی ہے اور افضل و اولی گواہی بمع معائنہ ہی ہے۔

سو جب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو جرودی واقعات خواہ کیسے ہی ہوں ان کے ساتھ قرآن کریم سے معارضہ درست نہیں خان صاحب کو چاہیے کہ جس طرح اہل سنت کے پاس قطعی ثبوت اور قطعی الدلالت دلیلیں موجود ہیں اسی طرح وہ بھی مقابلہ میں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل پیش کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد نہیں ہیں۔ واقعات سے کیسی پختائی کر کے ہرگز آپ کا یہابی کا منہ نہ کھیں گے اور قرآن کریم کی آیت لَسْتُ لَكَ شَهِيدٌ عَلٰی اَنَّا مِثْلُ مَا تَقُولُ کے بارے میں ہے یہ بھی ہمارے خلاف ہے کیونکہ صحابہ کرام کی یہ گواہی شہادت بالتسامع کے قبیل سے ہے اس سے شہادت کا مفہوم اصلی مراد لینا منس نادانی ہے کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے صحابہ کرام انبیاء سابقین کے وقت موجود نہ تھے۔ لہذا یہ شہادت مع الشاہدہ کیسے ہو سکتی ہے اور متکثرین تبیین

سلفہ - تسویم المناظر ص ۱۱۲۔

کا رد تو کیا مست صحابہ پر سوال کرنا کہ تم تو ہمارے وقت میں موجود ہی نہ تھے تو گواہی کیسی اور اللہ تعالیٰ کا متکثرین کی اس جرح کو مقبول رکھتے ہوئے صحابہ سے اپنی سچائی پر گواہی کا مطالبہ کرنا یہ اس بات کا عین ثبوت ہے کہ گواہی میں حاضری بمع معائنہ ہی اصل ہے ورنہ متکثرین کو جرح کا موقع ہی عطا دیا جاتا یا ان کی جرح کو مسترد کیا جاتا۔ لہذا لَسْتُ لَكَ شَهِيدٌ عَلٰی اَنَّا مِثْلُ مَا تَقُولُ کے ساتھ معارضہ بے شعوری ہے۔

اور حضرت خزیمہ بن ثابت کا واقعہ بھی خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ حضرت خزیمہ کی شہادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (بِمِثْلِ شَهِيدٍ) تم کیسے شہادت دیتے جب تم وقت ربیع موجود ہی نہ تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ گواہی میں اصل حضور مع المشاہدہ ہی ہے۔

پس بحمدہ تعالیٰ قرآن، حدیث شریف، فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ گواہی میں اصل موجودگی بمع معائنہ ہی ہے۔ اس اصل مفہوم کے اعتبار سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت مع المشاہدہ ثابت ہوتی کیونکہ اصل سے عدول بلا وجہ ہرگز ہرگز جائز نہیں جب تک کوئی دلیل قطعی اور قطعی الثبوت ہمیں مفہوم اصلی سے عدول پر مجبور نہ کرے ہرگز عدول نہ کیا جائے گا۔ لفظ شاہد جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا اس لفظ کو اپنے اصل معنوں پر قائم رکھنے سے نہ تو کوئی دلیل قطعی مانع ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آتا ہے۔ چونکہ مشاہدہ کے دو طریقے ہیں مشاہدہ بالبصر اور مشاہدہ بالبصریہ پہلے کی یہ صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم المہر کے ساتھ خود ہر جگہ موجود ہو اور مشاہدہ بالبصر فرما دیں وہ مرسے کی صورت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام مبارک سے ہی چشم البصیرت سے معائنہ فرما دیں۔ دونوں صورتیں عقلاً



اور نقلاً جائز اور ممکن ہیں۔

## صورت اول یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشاہد بالبصر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک سے ہر جگہ حاضر ہونا۔ نقلاً اور عقلاً جائز ہے۔ اس کے متعلق الامام العلامۃ الشیخ علی نور الدین الحلی المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں۔

دلیل اول۔ قَمِنَ اللَّيْلُ الشَّعْبِيَّ مَا رَفَعْنَا فِي عَوَالِنَا  
الصَّحِيحَةَ فِي مَسْبُودِهَا الشَّابَّةَ الرَّجِيحَةَ  
كَمَا هُوَ ثَابِتٌ عِنْدَ جَمِيعِ الْحَقَّاقِ وَعِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ  
الْعَمَانِ وَالْأَنْفَاطِ مِنْ أَنَّ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً  
الْوَسْطَى وَأَيُّ أَحَادِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامَ قَامُوا يُصْبِي فِي  
ثَبْرٍ وَجَاءَ بَيْنَنَا إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَرَأَا أَيْضًا بَيْنَ يَدَيْهِ  
وَصَلَّى مُوسَى خَلْفَهُ مُقْتَدٍ بِأَيْمِهِ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ  
فَارَقَهُ وَسَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الشَّمَا وَالرَّيْطِ  
فَوَجَدَ فِيهَا أَوْ فِي غَيْرِهَا. فَإِنْ كَانَ هَذَا مُوسَى وَهُوَ دُونَ  
بَيْنَنَا خَلْفَهُ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّثْبَةِ فَبَيْنَنَا  
يَكُونُ مَوْجُودٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَكَذَلِكَ مَسْئَلُنَا فِي قَبْرِ  
أَحَدٍ رَدَّ أَحَدِي وَأَقْل

مَنْقُولٌ مِنْ الرِّسَالَةِ الْمُسَمَّيَةِ بِتَعْرِيفِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ  
وَالْإِيمَانِ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو مَسْجِدَهُ

مَكَانٌ وَلَا مَكَانٍ لِنُورِ سَيِّدِنَا الْحَبِيبِ الْخَلْقِيِّ مُنْذُ وَجَدَهُ فِي  
الْكَتَابِ

ترجمہ۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے کہ جو کچھ کتب احادیث میں موجود ہے اور تمام حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہنچے ہی موجود پایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں چھوڑ کر چلے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درجہ میں بہت بلند ہیں کا یہ حال ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر اور زمین بھی تشریف فرما ہونا حق اور بدرجہ اولیٰ ہے۔

دلیل دوم۔ دوسری دلیل نقلی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے قبر کے اندر صاحب قبر کے پاس حاضر ہوتے ہیں جن میں سے ایک کا نام نکیر ہے اور یہ دونوں فرشتے ایک ہی وقت پیشمار جگہوں پر پیشمار قبروں میں موجود ہوتے لہذا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ حاضر ہونا کوئی محال نہیں بلکہ منکر نکیر والی احادیث سے ہی انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر ہونا بھی ثابت ہے۔

۱۔ (ابو جعفر الطوسی) یومئذ یسجد سبعین ساجداً للجلد ثلاثاً



علامہ صلی مرحوم فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَوَلَّوْنَ لِلْمُتَّقِينَ مَا كَانُوا فِي هَذَا الرَّجُلِ  
إِسْمُ الْإِشَارَةِ لَا يَشَارُ بِهِ إِلَّا بِحَاضِرِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ  
فِي حَقِيقَتِهِ مَعْنَاكَ وَأَمَّا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ أَنْ تَكُونَ حَاضِرًا  
فَهُوَ فَلَا يَسِيلُ إِلَيْهِ هُنَا لَوْ نَا نَقُولُ نَدَا مَا الَّذِي دَعَا  
إِلَى التَّجَوُّزِ وَالْعُدُولِ عَنِ الْحَقِيقَةِ إِلَى ذَلِكَ مُوَاجِبٌ أَنْ  
يَكُونَ نَا حَاضِرًا بِجَسَدِهِ الشَّرِيفِ بِذَا كَلَامِهِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- دونوں فرشتے صاحبِ قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس  
شخص کے حق میں کیا کہتا ہے اور ہذا اسم اشارہ ہے جس سے حاضر  
کی طرف ہی اشارہ کیا جاتا ہے اور یہی اصل اور حقیقی معنی ہیں۔  
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ رسول کے ذہن میں حاضر ہوتے  
ہیں تو ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی سے تجوز اور عدول کی کوئی دلیل  
ہے پس واجب ہے کہ آپ اپنے جسم پاک سے ہی حاضر ہوتے  
ہیں۔ اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔

ان دونوں نقلی دلیلوں کا کوئی اس علم نافع اور عقلی سلیم انکار نہیں کر  
سکتا ہے اب رہا براہین عقلیہ اس صورتِ اول پر وہ بھی ہم عرض کر دیتے  
ہیں جن کے بعد کسی انسان کے لیے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و غایب  
تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

دلیل اول :- موجودات میں سے کسی کو بھی اس بات کا انکار نہیں ہے

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات کی روح ہیں، کیا باوجود زندہ ہونے  
کے انسان کے بدن کا کوئی جز روح سے خالی ہے لہذا ثابت ہوا کہ موجودات  
کا کوئی جز بھی انصرفت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خالی نہیں۔  
دلیل دوم :- علامہ علی نور الدین صلی فرماتے ہیں۔

حَتَّى الْجَوَلِ اسْتَيْدَجَى دَقِيقُهُ فِي الْكِتَابِ الْحَمْدُ كَوْنِ رَيْفِي تَوْنِي  
الْعَلَّامِ بِاسْمَانِ رُؤْيَا تَبَيَّنَ حَقُّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَلَكُ  
وَالْغَيْرُ أَنَّ الْعَارِفَ أَبَا الْعَبَّاسِ الطَّيْفِي قَالَهُ هَبْتُ إِلَى  
الْأَسْتَاذِ أَحْمَدَ النِّقَاطِي لِيَسْتَلْجِي قَتْلًا فِي هَلْ عَرَفْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ هَبْتُ إِلَى شَيْخِي عَلِيٍّ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَنَاوِي لِيُعَرِّفَكَ بِهِ يَبْحَثُ لَكَ السُّلُوكُ  
قَالَ هَبْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِمَا رَدَّ هَبْتُ إِلَى بَيْتِ الْمُتَوَسِّلِينَ يَكُونُ  
لَكَ عَنْ ذَلِكَ فَلَمَّا حَاضَتْ بَيْتِ الْمُتَوَسِّلِينَ كَشَفَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْ بَصَرِي فَدَايْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَا  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْمَرْسَى وَالْكَوْسِي وَصَلَا سَائِرَ الْأَقْطَارِ  
وَالْأَكْرَانِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحقائق میں اور  
دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارفِ اہلِ عباس الطیسی  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استادِ احمد دقاعی کی خدمت میں حاضر  
ہوا تاکہ مجھے طریقہ سلوک تسلیم فرمادیں آپ نے فرمایا کیا تو نے



نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا ہے۔ جا اپنے شیخ عبدالرحیم  
قنادی کے پاس کر وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کرا  
دیں تاکہ تیرا طریقہ سلوک صحت کو پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں  
استانہ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس  
کی طرف جا۔ وہاں تیرے لیے یہ انکشاف ہو جائے گا پس جب  
میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا  
دیا پس میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام آسمان  
اور زمینیں عرش اور کرسی اور تمام اطراف و کائنات پُر ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالت شان کسی اہل علم پر  
غنی نہیں۔ عارف عبدالوہاب شمرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانے کے قطب  
ہیں۔ میزان کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں  
فرماتے ہیں کہ۔

آپ کی وہ شخصیت ہے جن کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالت  
بیداری میں پہلے ہر مرتبہ اپنی ملاقات کا شرف بخشا ہے۔ اسی طرح اولیاء عارفین  
مختلف مقاموں پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے حالت بیداری  
میں مشرف ہوتے رہے۔ میں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حجاب ہماری  
طرف سے ہے اپنے گناہوں کی بنا پر۔ ورنہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
برنگہ موجود ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کتاب الابرار میں ہے۔

سَمِعْتُ مِنْ بَعْضِ الثَّقَاتِ وَقَدْ كَانَ يَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُظَّةِ يَقُولُ ذَهَبْنَا إِلَيْكَ نَحْنُ

فَلَمَّا دُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذْتُ  
حَالَهُ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا ظَنَنْتَ أَنْيَ أَهْلُ إِلَى مَوْبِئِكَ  
ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى قَاسٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ قَبْلِ الْقَبْرِ لِلشَّرِيفِ  
وَهُوَ يَقُولُ إِنْ كُنْتُ أَخْذُ قَا فِي هَذَا الْقَبْرِ لَمَنْ جَاءَ مِنْكُمْ  
فَلْيَبْقَ هَلْكَاءَ إِنْ كُنْتُ مَعَ أَهْلِي حَيْثُمَا كُنْتُ فَأُجِئُوا  
إِلَى بَيْتِهِمْ قَالِ قَرَّجْتُ إِلَى بَيْتِهِمْ

ترجمہ: سیدنا احمد بن المبارک السیاسی فرماتے ہیں کہ سنا ہے  
میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالات بیداری میں نبی  
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے  
کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور جب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی قبر انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض  
کیا یا رسول اللہ میرا خیال نہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں  
پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر قاس کو لوٹ آؤں۔ تو قبر انور سے نبی اکرم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم  
جو یہاں آئے ہو یہاں پر ہی رہو۔ اگر میں اپنے امتی کے ساتھ ہوں  
جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ۔ وہ فرماتے  
ہیں کہ پھر میں اپنے شہر قاس کو واپس آ گیا۔

اور علامہ نور الدین حلی میکتے ہیں کہ

كَانَ الشَّيْخُ أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَوْسِيُّ يَقُولُ لَوْ خُجِّتُ عَنْ دُورِيَّ



النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَواتُهُ عَلَيْكَ مَا عَدَّدَتْ نَفْسِي  
مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

ترجمہ :- سیدنا ابوالعباس مری فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں آپ کے لیے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں روکا جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہیں کرتا۔

یعنی سیدنا ابوالعباس مری کا ایمان اور اسلام نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر گھڑی دیکھنا ہی ہے، سو یہ بات پایہ یقین کو پہنچ گئی کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تسلیم کر لینے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ اولیاء عارفین کے اس باب میں اتنے واقعات ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

## دوسری صورت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بالبصر

اب رہی دوسری صورت کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جگہ خاص سے سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں یہ بھی "نقل" اور عقلاً جائز اور ممکن ہے۔

دلائل فقہیہ تو یہ ہیں کہ قرآن مجید میں ابلیس عین کے بارے میں آیا ہے۔

إِنَّهُ يَنْتَظِرُكَ هُوَ قَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَشْعُرُ ۖ ذُكِّرْتَهُ ۝

ترجمہ :- بیشک ابلیس اور اُس کا قبیلہ اس حیثیت سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے

۝ ۱۰۰ ۝ جابر الجعفی عنہ ۝ ۱۰۱ ۝

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا ہارون علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام روئے زمین اُس کے سامنے ایک طشتی کی طرح ہے، وہ اپنے مقام سے ہی سب انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں، سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔

امام جلال اللہ والدین - افق سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت سی احادیث اور اقوال علماء جو کہ حالت تنہید اور بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فَدُخِّلَ مِنْ جَمْعٍ هَذَا الشَّقْوَى وَالْأَحَادِيثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَجْسُدَ وَوُجْهَهُ وَهُوَ يَصُورُ حَيْثُ شَاءَ فِي أَظْهَارِ الْأَرْضِ وَفِي الْمَلَكُوتِ وَهُوَ يَمِيزُهُمْ أَلْحَى كَأَنَّهُ عَلَى قَبْلٍ وَفَاقَهُمْ لَمْ يَبْدُلْ وَهُوَ شَيْءٌ دَائِمٌ لَا يَبْزُغُ عَنِ الْأَبْصَارِ كَمَا غَيَّبَتِ الْمَلَائِكَةُ مَعَهُ كَوْنَهُمْ أَحْيَاءَ بِأَجْسَادِهِمْ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى رَفْعَ الْحِجَابِ مَنَنْ أَرَادَ كَلَامَهُ

يَرُؤُوهُ بِرَأْيِهِ عَلَى حَيْثُ هُوَ عَلَيْهِمْ لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا دَاعِيَ إِلَى التَّخَصُّصِ بِرَأْيِهِ أَيْضًا ۝

ترجمہ :- تحقیق اس مجموعہ نقول اور احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روح اور جسم کے ساتھ حیات

۝ ۱۰۰ ۝ تنویر الملک ۝



ہیں اور یہ کہ آپ تصرف فرماتے ہیں جیسا چاہیں رومنہ زمین میں اور ملکوت میں اور آپ اسی حالت پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے کچھ بھی آپ میں تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ آپ غائب میں نظروں سے جیسا کہ فرشتے غائب ہیں باوجود کہ وہ اپنے جہنموں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے حجاب کو دور فرمادیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت پر جو کہ آپ کی مکتی پس اس سے کوئی دلیل مانع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے کہ روایت کو روایت مثالی کے ساتھ خاص کیا جائے۔

علامہ علی نور الدین صلی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْأَمْرَ كَمَا قَالَهُ الْعَبْدَانِ السَّيِّئَانِ وَأَخْصَصَ مِنْ ذَلِكَ دَأْبَ النَّبِيِّ إِذْ قَالَ أَنَّ جَسَدَهُ الشَّيْءُ لَا يَخْلُقُ وَهُوَ ذِمَّةٌ لَا مَكَانَ وَلَا مَحَلَّ وَلَا امْكَانَ وَلَا عَرْشَ وَلَا كُرْسِيَّ وَلَا قَلَمَ وَلَا بَدَنَ وَلَا بَحْرَ وَلَا سَهْلَ وَلَا قَعْرَ وَلَا بَرَّ وَلَا رَحَ وَلَا قُبْرَ كَمَا أَشْرَفْنَا إِلَيْهِ أَيْمُنًا وَأَكْتَفَ رُشْدًا لَكُنَّا أَعْلَى بِهِ كَمَا مَكَانُوا لَكُنَّا أَسْفَلَ بِهِ كَمَا خَلَعُوا قَبْرَهُ بِهِ ۝

ترجمہ :- بیشک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے

اور اس سے بھی بڑھ کر اور بیشک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ ترسی نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر اور کو۔

بالآخر علامہ علی نور الدین صلی نے فیصلہ فرمایا ہے کہ

وَبِالْجَمَلَةِ وَالْتَفْصِيلِ فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُودٌ بَيْنَ أَظْهُرِنَا جَسَدًا وَمَعْنَى وَجْهًا وَرُوحًا وَسِرًّا وَبُرْهَانًا ۝

ترجمہ :- بالآخر یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان حسی و معنوی طور پر اور باعتبار جسم اور روح کے اور باطن اور ظاہر کے موجود ہیں۔

اور اپنے مقام خاص ہی سے تمام احوال کا مشاہدہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ تَرَفَّعَ فِي النَّبَاِ فَأَنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا مَا هُوَ كَمَا بَيْنَ فَيْسَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا أَنْظَرُ إِلَى مَكْتَبِي هَذَا ۝



ترجمہ :- ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو اٹھایا پس میں دیکھتا ہوں اُس کی طرف اور جو اُس میں ہونے والا ہے قیامت تک جیسا کہ میں دیکھتا ہوں اپنی اس جھٹیلی کو۔

اس حدیث مبارک میں لفظ اَلْخَطْوُ جو کہ معنایں کا صیغہ ہے اس بات پر ولایت کرتا ہے کہ شاہ آئندہ بھی جاری ہے یعنی دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔

**اعتراف** :- اس حدیث پاک کے جواب میں خان صاحب نے اپنی وجہیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ حدیث طبعہ رابعہ کی ہے جس کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اس طبعہ کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ الباقی میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب سمجھتے ہیں اس احادیث قابل اعتماد و مستند کہ دراثبات عقیدہ یا عملی باتھا تک کہ وہ شودیہ جواب :- ہم عرض کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے کس طرح ثابت ہوا کہ ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کا شمار طبعہ رابعہ میں ہے جو کہ غیر معتبر ہے اور طبعہ رابعہ میں جن لوگوں کا شمار ہے ان کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے لیکن وہ عبارت خان صاحب منضم کر گئے تاکہ دلیل میں کامیاب ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ طبعہ رابعہ میں مندرجہ ذیل لوگوں کی کتابوں کا شمار ہے :-

کِتَابُ الْمُتَعَقِّاتِ لِابْنِ حَبَّانٍ وَکَامِلُ ابْنِ عَدِيٍّ وَکِتَابُ

سنة : تصویف النواظر ص ۱۸۳

الْخَطِيبِ وَابْنِ نَعِيمٍ وَالنَّجَازَاتِي وَابْنِ عَسَاكَرٍ وَابْنِ نَجَّارٍ وَالذَّيْلِيُّ وَكَانَ مُسْتَعَدًّا لِقَائِي بِكَوْنِ هَذِهِ الْمَطْبَعَةِ

ترجمہ :- کتاب المتعقبات ابن حبان کی اور کامل ابن عدی کی اور تمام کتابیں خطیب کی اور ابو نعیم اور جوز قانی ابن عساکر ابن نجار دلی کی اور تقریباً مسند خوارزمی کا شمار بھی اسی طبعہ رابعہ میں ہے۔

عبارت نافعہ کی عبارت یہ ہے۔

کِتَابُ الْمُتَعَقِّاتِ لِابْنِ حَبَّانٍ وَتَصَانِيفُ أَسَاكِرِ، کِتَابُ الْمُتَعَقِّاتِ لِلْمَعْقِلِيِّ کِتَابُ الْکَامِلِ لِابْنِ عَدِيٍّ تَصَانِيفُ ابْنِ مَرْوَانَ تَصَانِيفُ خَطِيبٍ تَصَانِيفُ ابْنِ شَاهِينَ تَصَانِيفُ ابْنِ جَوْرِ، وَابْنِ دُؤَسٍ وَابْنِ عَسَاكِرٍ، تَصَانِيفُ ابْنِ عَسَاكِرٍ، تَصَانِيفُ ابْنِ نَعِيمٍ، تَصَانِيفُ ابْنِ نَجَّارٍ

ان دونوں عبارت میں ابن حجر قسطلانی کا کہاں ذکر ہے خان صاحب نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے امام ابن حجر قسطلانی کو اپنی کتاب میں خطیب قسطلانی کہا ہے تاکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں جو لفظ خطیب ہے اُس سے خطیب قسطلانی مراد ہے۔

**اعلان** :- خان صاحب اور پورا طائفہ دلیہ نجد یہ اگر یہ ثابت کر دے کہ کسی کتاب میں بھی لفظ خطیب بلا وضاحت آیا ہو اور اس سے

سنة : حجة الله البالغة ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبعہ صدیقی سند :- حمار نافعہ ص ۱۸۳



مصنف کی مراد ابن حجر قسطلانی ہو تو ایک قصہ روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا  
حجۃ اللہ الباقی کے مترجم نے اس مقام پر وضاحت کر دی ہے کہ خطیب  
سے خطیب بغدادی مراد ہے۔

رہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ اپنی کتاب بستان المحققین  
کی فہرست میں لکھتے ہیں۔  
”تاریخ بغداد خطیب“۔

اور اس خطیب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

خطیب کی کنیت ابو بکر ہے نام و نسب یہ ہے احمد بن علی بن ثابت بن  
احمد بن مہدی۔

خطیب کا لفظ خطیب بغدادی کے لیے بمنزلہ نام کے ہو چکا ہے جہاں کہیں  
محض خطیب لکھا جاتا ہے وہاں مراد خطیب بغدادی ہی ہوتے ہیں۔ خان صاحب  
نے امام قسطلانی شارح بخاری کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کر کے مقام اعتبار  
سے گرایا ہے بالخصوص آپ کی بلند پایہ تصنیف المواہب اللدیہ شریف کو جس  
کے بارے شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

”ارشاد الساری۔ یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے اور صحیح بخاری کی شرح ہے  
یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن حسین  
قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے (خطیب بغدادی) المواہب اللدیہ بھی اُن  
کی ہی تصنیف ہے جو اپنے باب میں لسانی ہے۔“

۱۔ حجۃ اللہ الباقی مترجم اردو جلد ۱ ص ۶۶۔

۲۔ بستان المحققین اردو جلد ۱ ص ۱۰۰۔ بستان المحققین ص ۲۳۔

علامہ یوسف نجفی فرماتے ہیں۔

المواہب اللدیہ لا یفضلہا فی ہذا الباب۔

ترجمہ:۔ یعنی مواہب لدنیہ سے افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ مواہب لدنیہ کو اولیاء عارفین اور علماء دارشین کے نزدیک  
جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اور انہی احمد شہاب  
الدین ابن حجر قسطلانی نے اسی مواہب لدنیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تُكُونُ بَيْنَ مَوْتِهِمْ وَحَيَاتِهِمْ فِي مَشَاهِدِهِ لَا مَتَّهِ وَخَرَاتِهِ  
يَا مُؤْمِنِي وَيَا تَوَّابِي وَعَدَاؤُهُمْ وَخَوَاطِرُهُمْ ذَالِكِ عِنْدَكَ  
جَلِي لَا خَفَاءَ بِهِ۔

ترجمہ:۔ کوئی فرق نہیں آپ کی موت اور حیات میں از روئے  
مشاہدہ فرمانے اپنی امت کے اور جاننے اُن احوال، نیات، عزائم  
دل کے خطرے یہ سب کچھ آپ کے سامنے روشن ہے بغیر خفا کے۔

یہ ہے ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ اس مواہب لدنیہ کی شرح کی  
ہے محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی نے انہوں نے بھی بغیر چوں و چنان کے اس  
عقیدہ کو قبول فرمایا۔ پھر اس مواہب لدنیہ کا یوسف بن اسماعیل نجفی نے اختصار  
کیا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو برقرار رکھا اور یہ تینوں کتابیں روسے زمین پر  
پھیل چکی ہیں اور تمام امت مسلمہ ان کو حقیقت اور محبت کی نظر سے دیکھتی ہے اور  
اولیاء عارفین و علماء دارشین میں سے کسی نے بھی اس عبارت پر کشتہ چینی نہیں کی۔

۱۔ ہوامر البهار جلد ۱ ص ۱۰۰۔

۲۔ مواہب اللدیہ فلسفہ ثنائی فی زیارۃ قبرہ الشریف۔



إِلَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُفْتَنُوا بِمَا عَدَاوَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی  
سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ مِیْکُونُ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ۱۰۶۔ شاہ صاحب کی پوری  
عبارت ہم وہاں کی تحریفات کے باب میں نقل کر آئے اور خفیوں کے امام  
اپنے وقت کے مجدد علی بن سلطان القاری کی کا عقیدہ بھی یہی ہے ان کی عبارت  
بھی ابتداء کتاب میں منقول ہے۔ یہ طائفہ وہابیہ نجدیہ اگر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں  
تو بھی کسی ستم شخصیت سے یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اپنی امت کا مشاہدہ نہیں فرماتے اور نہ فرماتے تھے۔ یہ بات تو خان صاحب  
بھی ثابت نہیں کر سکتے جنہوں نے باطن و اس عقیدہ کی مخالفت میں قلم اٹھایا  
ظاہری معاملات اور ظاہری زندگی کو حقیقت اور برزخی زندگی پر قیاس کو مصل  
بے شعوری اور حماقت ہے جس حماقت اور جہالت کا اپنی کتاب تسوید المذاہر  
میں ثبوت دیا ہے۔ بیان سے باہر ہے اور شمار سے بیحد ہے۔

اب خان صاحب کے دیگر دلائل کی حقیقت ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت زبیر بن العقیل کا واقعہ۔ جب حضرت زبیر بن العقیل رضی اللہ عنہ  
کی بات بارگاہ رسالت میں پہنچی تو حضرت  
زید اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ماتحتوں کو طلب فرمایا تو سب منافق مکر ہوئے  
اور سب نے قسمیں کھائیں، لہذا اصول شریعت کے مطابق فیصلہ مکرین کے  
حق میں اور حضرت زید کے دعویٰ کو جھوٹا قرار دیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید  
کی آیات نازل فرمائیں جن میں فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہَا سَلَامٌ جَنَّةٌ ۚ یعنی نبی اکرم  
علیہ السلام کی بارگاہ سے سزا پانے سے پہنچنا نبی علیہ السلام کی دعا کے عدم علم  
کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی قسمیں بچاتی ہیں۔ تو خان صاحب کا یہ فرمانا کہ آپ کو حقیقت

حال کا علم نہ تھا۔ بالکل بے شعوری ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت زید کو جھوٹا  
کہنے پر آپ کو عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ فیصلہ ظاہر  
کے مطابق حق اور درست تھا۔ جس فعل پر اللہ تعالیٰ نے کوئی اعتراض نہیں  
کیا تو اس میں لگھڑی کو کیا حق حاصل ہے کہ زبان درازی کرے اور خان صاحب  
کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کو جھوٹا تصور فرمایا اور ان  
سے ناراض بھی ہو گئے۔ یہ صریح کذب ہے۔ ان دونوں باتوں کا روایت میں باطل  
وکر نہیں۔

موجودہ زمانے کے منافقین بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحیمی و کریمی سے  
اسی طرح غلط فہمی نکالتے ہیں جیسے کہ زمانہ رسالت صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے  
منافقین نکالے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے دشمنوں کے مزے ایسے بند کیے ہیں کہ چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں  
رہی۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَ اَللَّہَ الَّذِیْ یُکُوْنُ حَہٗ اُذُنًا مَّوْءِیَّةً  
حَتّٰی تَکْفُرُوْا بِہٖ مِنْ بَآلِہٖ وَیُؤْمِنُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَ رَحْمَۃً  
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اَسْتَوِیْۤا وَیَسْتَوِیْۤا

ترجمہ :- جو لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت پہنچاتے ہیں اور کہتے  
ہیں کہ وہ تو کان ہیں آپ فرمادیں کہ کان بہتر ہیں تمہارے لیے ایمان  
رکھتا ہے (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ پر اور یقین رکھتے ہیں  
ایمانداروں کی باتوں پر اور رحمت ہے انکے لیے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔

سہ :- پتہ توبہ ہے آیت ۱۱۔



## تفسیر خازن شریف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے

لَمَّا أَتَى فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْمَنَافِقِينَ مَا يُؤَدُّونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَّبِعُونَ مَا لَا يُنْبَغُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَقْعَلُوا فَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُبْعَثَ مَا تَقُولُونَ فَيَقْبَلُ بِمَا قَالُوا مِنْ بَعْضِ سَوِيْدٍ وَهُوَ مِنَ الْمَنَافِقِينَ بَلْ لَقَوْا مَا شِئْنَا شَيْئًا نَأْتِيهِمْ وَتُكْفَرُ مَا قَالُوا وَتُخْلَعُ فَيُصَدِّقُنَا بِمَا نَقُولُ فَأَمَّا حِكْمَةُ امْنِ أَيْ يَسْمَعُ كُلُّ مَا يَقَالُ لَهُ وَيَقْبَلُهُ فَأَسْأَلَ اللَّهُ هَذَا الْآيَةَ وَمَقْصُودُ الْمَنَافِقِينَ يَقُولُ لَهُ هُوَ أَذُنٌ إِنَّهُ لَيْسَ بِعِيْدٍ عَوْرٍ بَلْ هُوَ سَيِّئٌ سَرِيحٌ الْإِعْدَاوِ يَكُلُّ مَا يَسْمَعُ فَاجَابَ اللَّهُ سَبْحَانَهُ وَقَالَ عَنْهُ يَقُولُ (قَدْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَكُمْ) يَعْنِي هَبْ أَسْمَهُ أَذُنٌ لِكَلِمَةِ أَذُنٌ خَيْرٌ لَكُمْ دِيُوْسُنٌ بِاللَّوْ وَدِيُوْسُنٌ لِلْمُؤْمِنِينَ) إِنَّهُ يُصَدِّقُ الْمُؤْمِنِينَ وَيَقْبَلُ قَوْلَهُمْ وَلَا يَقْبَلُ قَوْلَ الْمَنَافِقِينَ رَوْحَمَةً أَيْ هُوَ رَحْمَةٌ (لِيَذَرَ بَيْنَ أَسْوَائِكُمْ) إِنَّهُ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ الْمُخْلِصِينَ لِلْمَنَافِقِينَ وَقِيلَ فِي كَوْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِأَنَّهُ يَجْزِي عَنْ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى السَّطَا هِدٍ وَلَا يَتَغَلَّبُ

عَنْ أَحْوَادِهِمْ وَلَا يَسْتَلِكُ اسْوَادِهِمْ ترجمہ :- یہ آیت منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگاتے تھے، کسی نے ان کو منع کیا کہ ایسا نہ کرو ہمیں خوف ہے کہ آپ کو اطلاع ہو جائے گی پھر میں نقصان پہنچے گا تو جلاس بن سوید جو کہ منافق تھا اس نے کہا بلکہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ پھر ان کے پاس جا کر اپنے بکے کا انکار کر دیتے اور تمہیں اٹھا لیتے ہیں پس وہ ہماری تصدیق فرمادیتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف کان میں یعنی جو بھی کہا جائے سکر قبول کر لیتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس قول سے کہ وہ تو صرف کان ہیں منافقوں کا مقصود یہ تھا کہ نبی علیہ السلوٰۃ والسلام دور اندیش نہیں ہیں بلکہ ہر بات سے بہت جلد و صحو کے میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ آپ فرما دیں یہ کان تمہارے لیے بہتر ہیں یعنی کان تو ٹھیک ہیں لیکن وہ تمہارے لیے اچھے ہیں یعنی رکھتا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ پر اور یقین رکھتا ہے ایمانداروں کی باتوں پر یعنی دلی طور پر مومنوں کی بات کو ہی سچا سمجھتا ہے اور قبول کرتا ہے نہ کہ منافقوں کی باتوں کو اور وہ نبی علیہ السلوٰۃ والسلام رحمت ہیں یعنی رحمت میں ان کیلئے جو غم میں سے ایمان لانے پر بیشک وہ رحمت ہیں مومنین غلصین کے لیے نہ کہ منافقوں کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بڑی حقیقت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ لوگوں پر ظاہر کے مطابق ہی



نکم جاری فرماتے ہیں اور ان کی حقیقت حال نہیں کر دیتے اور نہ  
ای ان کے راز فاش کرتے ہیں۔

اور یٰسَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں علامہ لغوی کہتے  
ہیں۔ اَیُّ یُصَدِّقُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ یَقْبَلُ قِسْمَهُمْ لَا مِنْ الْمَنَافِقِیْنَ۔  
یعنی مومنوں کی بات کی ہی حقیقتاً تصدیق فرماتے ہیں اور اُسے ہی قبول  
فرماتے ہیں ذکر منافقوں کی۔

علامہ البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد الشافعی جو کہ عقائد میں اہلسنت کے  
امام ہیں۔ اپنی تفسیر مدارک شریف میں لکھتے ہیں۔

(رَحْمَةُ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ) اِی وَهُوَ رَحْمَةُ الْبَلَدِیْنَ  
اَسْتَوَا مِنْكُمْ اَظْهَرَ وَاَلَا یَمَانُ اَیُّهَا الْمَنَافِقُونَ  
حَیْثُ یَقْبَلُ اَیْمَانُكُمْ الْفَظَّاهِرَ وَلَا یَكْفِیْكُمْ اَسْرَاؤُكُمْ۔  
یعنی حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت میں اُن کے لیے جو تم میں  
سے ایمان لائے یعنی ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے  
رحمت میں کہ تمہارا ظاہری ایمان قبول فرماتے ہیں اور تمہارے  
راز ظاہر نہیں کرتے۔

ہمارے امام اجل ستیدنا حافظ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں (هُوَ  
اَذْنٌ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں اَیُّ یَسْمَعُ کُلَّ قَبِیْلٍ وَ یَقْبَلُہُ، یعنی ہر بات  
سُن کر قبول فرماتے ہیں۔ عارف باللہ حضرت احمد صدیقی حاشیہ جلالین شریف  
میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں۔

لے۔ مدارک شریف جلد ۲ ص ۱۰۳۔

اَیُّ مِنْ غَیْرِ اِنَّ یَتَّ مَلْ یُؤَدِّ یُمِیْزُ بَاطِنَہُ مِنْ  
ظَہْرِہُ۔ فَقَصَصَ ذَا بِذَالِکَ وَ صَفَّہُ مَسَلَّہُ عَلَیْہِ  
وَسَلَّمَ بِالْمُفْلَکِ لَا تَمَکَ لَا یَقَاتِلُہُمْ یَسُوْرُ اَبَادَہُ یَقْبَلُ  
اَزَاہُمْ وَ یَصْفَحُ عَنْہُمْ فَحَمَلُوْا عَلٰی عَدُوْمِ التَّشْبُوْهِ وَ اَنْفَلَتْ  
وَهُوَ اَحْمَاکَانَ ذَا لَکَ بِذَقَابِہِمْ وَ تَفَا حَلَاہُ  
عَیُّوْہِہِمْ۔

ترجمہ :- یعنی آپ قبول فرماتے تھے اُن کی بات بغیر اس میں  
غور کیے اور بغیر ظاہر و باطن میں تمیز کیے پس مراد منافقوں کی اس  
وصف سے یہ نکل کر آپ ہمارے حال سے ناواقف ہیں ایلے  
کہ آپ ان سے کبھی برا سلوک نہ کرتے اور اُن کی طرف سے تکلیف  
برداشت کرتے اور اُن سے پہلو تہی کرتے۔ پس منافقوں نے  
اس کریمانہ پہلو تہی کو حقیقت حال سے غافل ہونے پر محمول کر لیا  
حالانکہ آپ ایسا صرف اُن کے ساتھ نرمی کی بنا پر اور اُن کے عیوب  
سے قصداً صرف نظر کیا کرتے تھے۔

بعض آج کل کے منافقوں کا حال ہے۔ اگر صرف قرآن مجید کی اس مذکورہ  
آیت مبارک اور مستتر میں کلام رحمۃ اللہ علیہم اجمین کے مذکورہ اقوال کو ہی شریف نظر  
رکھ لیا جائے تو بھی خان صاحب کی تمام سوید الزواجر کا صفایا ہو جاتا ہے اور  
کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا لیکن اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ  
مَا نَذَرْتُمْ اَمْ لَمْ تَنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتَّمُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ

لے۔ حاشیہ صدیقی جلد ۲ ص ۱۳۴۔



عَلَىٰ مَسْمُوعِهِمْ وَ عَلَىٰ أَيْمَانِهِمْ فَبَشَّارٌ لِّدَوْلَتِهِمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ہم نے قرآن مجید سے دلیل قطعی نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمانداروں کی باتوں پر ہی یقین رکھتے ہیں بلکہ خان صاحب جب تک قرآن مجید یا حدیث متواتر سے ثابت نہ کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقوں کی باتوں پر ایمان لاتے تھے تو اسی نوعیت کا کوئی اعتراض سمجھ نہ ہو گا بلکہ مرفود قرار دیا جائے گا۔

**اعتراض :-** يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَسْهُاتٍ أَزْدَا حَيْكٌ ۖ

ترجمہ :- اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضا مندی اپنی عورتوں کی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے خان صاحب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد کو اپنے اوپر بیویوں کی سازش کے علم عظم کی بنا پر حرام کیا تھا۔

**جواب :-** شہد حرام کر لینے کی وجہ تو خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی تَبْتَغِي مَسْهُاتٍ أَزْدَا حَيْكٌ باقی رہی یہ بات کہ بیویوں کی سازش کا علم نہ ہونا یہ مرفود ہے کیونکہ ذات وحیہ ذات تو منافقوں کے راز فاش دفرماتے تھے بلکہ کریمہ رو یہی اختیار فرماتے جیسا کہ ہم قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں تو وہ ذات مومنات بلکہ اپنی ازدواج پاک کے ساتھ اپنی شان کریمی کے خلاف کیونکر بہناؤ کرتے۔

۱۔ پٹ تحریم ۱۱۱ آیت ۱۔

**دوسرا واقعہ :-** إِذَا سَأَلَ النَّبِيَّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْدَا حَيْكٌ حَيْثُ ۖ

(الی آخر) :- یہ واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

**اعتراض :-** إِنَّا أَسْأَلُكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ يَتَيْنِ الشَّامِ بَيْنَا أَدَاكُ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْغَائِبِينَ حَكِيمًا ۖ وَاسْتَفْهِرَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا رَّحِيمًا ۖ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ أَنفُسَهُمْ ۖ

پٹ سورہ النساء ۱۰۵ - ۱۰۴

ترجمہ :- بیشک ہم نے تیری طرف سے سچی کتاب کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور معافی مانگ اللہ سے بیشک اللہ معافی دینے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے دلوں میں دغا رکھتے ہیں۔

ان آیات کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے اس کو خان صاحب یوں فرماتے ہیں :-

حضرت قتادہ راوی حدیث کے چچا حضرت رفاعہ کے گھر بشیر نامی ایک منافق نے لقب لگا کر چوری کی جو سامان چرایا گیا تھا اس میں کچھ کھانے کا سامان اور کچھ ہتھیار وغیرہ تھے تفتیش اور تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ چوری نبویؐ کے گھرانے ہی نے کی ہے جس میں بشیر اس کا سرغزب ہے حضرت رفاعہ نے اپنے نوجوان اور قابل بیٹے حضرت قتادہ کو اپنا موکل بنا کر (اس معاملے کو لیکر)

۱۔ پٹ تحریم ۱۱۱ آیت ۲۔ ۲۔ تفسیر المنظر ص ۱۰۱



آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے کہ حکم دیا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ کو سنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضرت اگر ہمیں ہمارے ہتھیار ہی واپس مل جائیں۔ تب بھی ہم نے بسا غنیمت ہے۔ حضور علیہ السلام نے توجہ فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ جب پھر کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی برأت کا اظہار کریں۔ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جہاد کا صلہ

جواب :- اصل روایت ہے کہ تمام مفسرین قرآن نے نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

مَنْ آمَنَ بَعَثَ سَيِّئًا قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ فِي رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ طُعْمَةُ بْنُ أَبِي بِرٍّ مِّنْ بَنِي ظُهْرٍ مِّنَ الْحَارِثِ سَقَوِي دُخَانًا مِنْ جَابِلَةٍ يُقَالُ لَهُ تَمْدَدَةُ بْنُ الشَّعْثَانِ وَكَانَتْ الدُّخَانُ فِي جَدَابٍ لَهُ يَوْمَ دَقِيقٌ فَجَعَلَ الدَّقِيقُ يَنْتَشِبُ مِنْ فَرْقٍ فِي الْعُجَابِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الدَّارِ ثُمَّ جَنَاهَا وَنَدَّ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ يُقَالُ لَهُ ذَيْدُ بْنُ الشَّحِينِ قَالَتْ بَسَّ الدُّخَانُ عِنْدَ طُعْمَةَ فَخَلَّتْ بِهَا لِلَّهِ مَا أَخَذَهَا وَقَالَ لَهَا يَمَا مِنْ عِلْمٍ فَقَالَ أَصْحَابُ الدُّخَانِ لَقَدْ دَايْنَا أَشْرَ الدَّقِيقِ حَتَّى دَخَلَ دَارَهُ فَلَمَّا خَلَّتْ تَرَكُوهُ وَانْتَبَهَتْ أَشْرَ الدَّقِيقِ إِلَى مَنْزِلِ الْيَهُودِيِّ فَاتَّخَذُوهُ مِنْهُ

لہ :- بقول تفسیر الزواجر ص ۹۰

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ دَقَعْنَا إِلَى طُعْمَةَ بْنِ أَبِي بِرٍّ قَبْلَ أَنْ يَنْبَغِي ظُهْرُهُمْ ثُمَّ طُعْمَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلُوهُ أَنْ يُعَادِلَ عَنْ صَاحِبِهِمْ وَقَالُوا إِنَّكَ إِنْ لَمْ تُنْعَلِ انْتَصَحَ صَاحِبُنَا فَهَمَّ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقَابِلَ الْيَهُودِيَّ

ترجمہ :- ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک مرد انصاری طعن نامی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے پڑوسی قتادہ کی زرہ چرائی تھی جو کہ ایک قبیلے میں تھی اور اس میں آٹا بھی تھا پس وہ آٹا قبیلے کے سرخ سے اس کے گریک گنا چلا گیا پھر اسے وہ زید نامی یہودی کے پاس چھپا لیا۔ جب طمعہ سے زرہ طلب کی گئی اس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لی اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ زرہ کے مالکوں نے کہا ہم نے اسے کا نشان اس کے گریک دیکھا ہے لیکن حلف اٹھا لینے پر اسے چھوڑ دیا پھر اسے کے نشان کے پیچھے یہودی کے گریک پیچھے اسے باہر نکالا۔ اس نے کہا کہ یہ تو میرے پاس طمعہ کے گھرانے کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے آدمی کی طرف داری کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ رسوا ہو گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی پر مواخذہ کرنے کا قصد کیا۔

اصل روایت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کے تحریر کردہ الفاظ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جہاد کا بھی ملاحظہ فرمادیں حالانکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ :-



إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْعَلْ ائْتَمَرَتْ  
عَنْهُ فِي قَوْلِهِمْ وَلَا تَكُنْ لِبَنِي خَصِيمًا وَلَا لِبَنِي خَصِيمٍ  
عَنْ صَلَاحِهِ لِمَا سَأَلَهُ قَوْمُهُ أَنْ يَذَبَ عَنْهُ وَأَنْ يُلْحِقَ  
السُّرَّةَ بِالنَّحْوِ فَقَوَّضَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ وَاسْتَظْهَرَ مَا يَأْتِيهِ مِنَ الْوَحْيِ الْعَامِ  
وَالْأَمْرِ الْإِلَهِيِّ فَكَذَّبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات سے آپ  
کو منع فرمایا وہ نہیں کی تھی اور نہ ہی طعنہ کی طرف سے آپ نے  
جھگڑا کیا تھا جب آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ طعنہ سے پھیر کر چوری  
یہودی کے ذمے لگا دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
توقف فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہے پس یہ آیت نازل  
ہوئی۔

خان صاحب کا اعتراض چند وجوہ کی بنا پر مردود ہے۔

اول یہ کہ ہماری پیش کردہ نسخ قرآنی کے خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ طعنہ کے ساتھیوں کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو منع فرما دیا۔

تیسرے یہ جب آپ کو یہ ہی پتہ نہ تھا کہ خائن کون ہے تو اللہ تعالیٰ  
کا فرمان لَا تَكُنْ لِبَنِي خَصِيمًا یہ تکلیف کا لایقافی ہے تو چاہیے تھا  
کہ پہلے فرشتے کے حال سے آگاہ کیے جاتے پھر حکم صادر ہوتا۔

سہ:۔ مخزن شریعت جلد ۴ ص ۴۴۰۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ

الْفُسْخَمُ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطنی  
نیاتوں سے آگاہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان دَاٰسْتَعِظُ اللّٰہُ وَہ اس لیے  
تھا کہ آپ اپنی شان رسمی و کرمی کے تقاضے کی بنا پر طعنہ کے ساتھیوں کا مطالبہ  
پہرہ کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے تو یہ آپ کے منصب عالی کی بنا پر آپ کے  
حق میں ذنب کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْنَاءِ مِثْبَاتُ الْاَقْرَبِيْنَ۔

اور مسجد ضرار کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کو زیادہ طور پر ان کی حقیقت سے پہلو تھی فرماتے ہوئے دلوں پر ناز پڑھ لیتے لیکن  
اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ تھی لہذا ان کی قسموں کے خلاف خود گواہی دے دی  
تاکہ محبوب علیہ السّلاۃ والسلام کو روکنے کی بنا قائم ہو باقی ان کو سچا جان لینا جس  
قرآنی قَوْلُ مَنْ يَلْمِزُ مِنْهُمْ مِنْ غِلَافٍ ہذا استدلال مردود ٹھہرا۔

اعترض:- وَمِنْ اَهْلِ السَّيْئَةِ قَوْلُ مَنْ دُوَّ اَهْلَ الْيَمَانِ  
لَا تَعْلَمُ هُمْ نَحْنُ لَعَلَّكُمْ

ترجمہ:۔ اور بعض اہل مدینہ میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق میں حد کمال

کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں معمولی منافقوں  
کو نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا لفاق حد کمال کو پہنچا ہوا ہے آپ نہیں  
جانتے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سہ:- پک تو ہے آیت ۱۷۔



أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَمَزًا أَنْ لَنْ نُخْرِجَ  
 اللَّهُ أَفْئَادَهُمْ وَلَوْ شَاءَ لَوَضَعْنَاهُمْ يَدَهُمْ  
 ترجمہ :- کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے کہ ہم اُس کا کینہ نہ نکالیں گے اگر ہم چاہتے تو ایسے لوگ آپ کو دیکھا دیتے۔ پس آپ خوب پہچانتے ہیں اُن کو اُن کے نشانوں سے۔

خان صاحب کی نقل کردہ آیت مبارک میں علم کی نفی ہے کہ آپ انہیں نہیں جانتے اور اس دوسری آیت مبارکہ میں صیغہ ماضی کے ساتھ معرفت کا ثبوت ہے یعنی آپ نے ان کو خوب پہچانا ہے۔ اب دونوں آیتوں میں تطبیق ضروری ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ چند منافق ایسے تھے جو کہ اپنا نفاق چھپانے میں کمال مہارت رکھتے تھے کوئی نفاق کی علامت ظاہر نہ کرتے تھے جو کہ اُن کے نفاق کی دلیل بن سکے تو نفی علم بالذات کی ہے اور دوسری آیت میں ثبوت علم بالفراسط ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :-

(لَا تَسْمَعُ لَهُمْ) لَا تَسْمَعُ لَهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ۔ نہیں جانتے آپ اُن کو لبیب اُن کے غواص کے۔ اور وَلَوْ شَاءَ لَوَضَعْنَاهُمْ يَدَهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں تَرَفُّدْنَاهُمْ بِدَلِيلٍ تَرَفُّدْنَاهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ یعنی اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل سے معرفت کرا دیتے (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ) بِسِيمَاهُمْ پس آپ خوب پہچانتے ہیں۔

سہ۔ پ۔ محمد حج آیت ۲۹-۳۰۔

انہیں اُن کی علامتوں کی بنا پر۔

اور خازن شریف میں ہے۔

(لَا تَسْمَعُ لَهُمْ) يَعْنِي أَسْمَعُ يَلْعَوَانِي التَّغَايُ إِلَى حَيْثُ أَتَكَ لَا تَسْمَعُ لَهُمْ يَأْخُذُكَ مَعَ صَنَائِدِ خَطَرِكَ وَرَاطِلَةِ عَيْنِكَ عَلَى الْأَسْرَارِ، يَعْنِي مَنَافِقِ نِفَاقٍ خُفْيَا فِيهِ اس كَمَالُ كَيْفِ كَرِ  
 آپ اُن کو نہیں جانتے باوجود روشن ضمیر ہونے کے اور آپ کو اسرار پر اطلاع بھی ہے۔

اور علامہ بغوی معالم التنزيل میں لکھتے ہیں۔

(وَلَوْ شَاءَ لَوَضَعْنَاهُمْ يَدَهُمْ) اَيْ لَا عَلِمْتَ كَقَمِّهِمْ وَعَرَفْنَا كَقَمِّهِمْ (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ) بِسِيمَاهُمْ قَالَ الشَّيْخُ اَلْمَعْنَى لَوْ شَاءَ لَوَضَعْنَاهُمْ عَلَى الْمَنَافِقِينَ عَلَامَةً تَعْرِفُهُمْ قَالَ الشَّيْخُ مَا خَفِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَسْئُولِ هَذِهِ الْآيَةِ تَعْنِي وَمَنْ الْمَنَافِقِينَ۔

ترجمہ :- اگر ہم چاہتے تو منافق آپ کو دکھا دیتے یعنی منافقوں کا علم علامہ فرماتے اور پہچان کروا دیتے پس پہچانا آپ نے اُن کو اُن کے نشانوں سے زہاج بخوی نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو منافقوں پر علامت قائم کر دیتے جس سے آپ اُن کو پہچانتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد منافقوں کی کوئی پیڑ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہ رہی ثناء ہے ہمارے نفی علم بالذات کی ہے نہ معرفت اسرار کی لہذا اس آیت سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔



دوسرا جواب :- خان صاحب کے طرز استدلال پر یہ ہے کہ مقدم  
النزول سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ منافقوں کو ان  
کی علامتوں کے ذریعے پہچانتے ہیں اور چرب زبانی سے بھی پہچان لے گے  
اور موخر النزول سورہ توبہ میں فرماتا ہے کہ بعض منافقوں کو آپ نہیں جانتے۔  
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان میں ہی بعض منافقوں کا اتفاق آپ سے غمی تھا  
جن میں کوئی علامت بھی اتفاق کی نہ تھی اور نہ ہی کوئی قول اور فعل ان سے ایسا  
سرزد ہوا تھا جو ان کے اتفاق پر دلیل ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنا اتفاق چھپانے میں کمال  
درجہ کے ماہر تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان  
اعمال سے بھی بے خبر تھے کیونکہ یہ بات تسلیم کرنا کہ ان کا اتفاق درجہ کمال کو  
پہنچا ہوا تھا مگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ تھا سو یہ بات مقدم النزول آیت  
کے خلاف ہے کیونکہ اسی آیت میں منافقہ علامتوں اور روشوں سے پہچان لینا  
ثابت ہے۔ لہذا یہ موخر النزول آیت ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ  
حاضر و ناظر وہی دیکھتا ہے جو کسی سے وقوع میں آتا ہے۔

**اعتراف :-** حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ  
اتنی فوج اور جہوم آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے  
ساتھ مارچ کر رہی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک  
آسمان سے وحی نازل نہ ہو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی عدم موجودگی  
کی اطلاع ہی نہیں ہو سکتی تو یہ اس کا خیال صحیح ہوتا ہے۔

جواب :- خان صاحب تو مردہ ضمیر ہیں ہی مگر اس طائفہ کے ایک بھی فرد

سہ : تسویر النواظر ۱۵

کا ضمیر زندہ نہیں جو خان صاحب کو ملامت کرے کہ ایسی کذب بیانی سے شرم  
کھائیں یہ خط کشیدہ عبارت اگر کسی حدیث میں ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام  
پائیں ورنہ انعام الہی لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْخَاوِیِّینَ قبول کرنے میں توقف نہ فرمائیں  
حدیث شریف میں تو صرف یہ الفاظ ہیں۔

فَمَا دَجَلٌ يُّرِيدُ أَنْ يَغِيْبَ إِلَّا طَلَعَ أَثَرُهُ سَيُخْفَى لَهُ مَا لَوْ  
يَعُوْلُ فِيهِ وَخِيَرُ

ترجمہ :- کوئی شخص غائب رہنے کا ارادہ نہ کر تا مگر یہ گمان کرتے ہوئے  
کہ میرا غائب ہونا آپ پر غمی رہے گا جب تک میرے بارے میں وحی  
نازل نہ ہو۔

یہ مایوسوں کا گمان پر معنی وارد اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا تو اس جملہ  
سے کثرت لشکر بیان کرنا مقصود ہے ورنہ تو کیا غائب ہونے والا ہمد سے بھی  
چھوٹا اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا سلیمان علیہ السلام سے بھی  
کم بصارت کے مالک ہیں کیا مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے  
لشکر جس میں انسان، جن، پرندے وندے شامل تھے اُس سے زیادہ تھا۔  
اللَّهُمَّ اِهْدِ الْوَهَّابِينَ اَنْهُمْ لَا يُلْمُونَ شَأْنًا يُحْبِبُكَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا۔

**اعتراف :-** خان صاحب کے وہ دلائل جن سے بے شعوری کی بنا پر  
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر

استدلال کیا ہے۔

اولاً :- خرد و جاہل کے متعلق۔ وَإِنْ يَغْنُجْ وَ لَسْتَ فَيَسْتَمُ دُكُلُ  
اِسْمًا حَبِيْبٌ فَنَسِيْمٌ اگر دو جاہل نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنا اپنا



زستے دار ہے۔

ثانیاً :- دُوْدَتْ رَاٰنَا اِحْیَاْنَا۔ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔

ثالثاً :- قُلْنَا كَيْفَ نَعْرِفُ مَنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ اَمَّتِكَ يَوْمَ الْفِتَنِ۔ آپ نے اپنی امت کے جو لوگ نہیں دیکھے قیامت کے روز انہیں کیسے پہچان لیں گے۔  
رابعاً :- قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قَاتَلْتُمْ وَ مَنْ لَمْ تَقْتُلُوْا صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ  
کی یا رسول اللہ جس کو آپ نے دیکھا اور جسے نہیں دیکھا فرمایا کہ ہاں مَنْ قَاتَلْتُمْ وَ مَنْ لَمْ تَقْتُلُوْا۔

خامساً :- دو گروہ ایسے ہیں کہ جو دوزخ جائیں گے کُفَرًا اَوْ کُفْرًا مَکْرَہًا  
ان کو دیکھا نہیں۔

سادساً :- مَا شَأْنُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ لَا مَرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ کَا یَا  
حال ہے تم اُسے دیکھتے نہیں۔

سابعاً :- وَ اِنْ کُنْتُمْ کَفَرًا اَنْ مَنَّا بِکُمْ حَتّٰی تَشْکُوْا بِاَلْسِنَہِہٖ۔ اگرچہ میں نے اُن کی وہ جگہیں نہیں دیکھی ہیں جہاں جہاں وہ دن کو اترتے ہیں۔

ثامناً :- لَعَلَّی لَا اَدَاکُمْ بَعْدَ عَامٍ هٰذَا۔ شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

۱۔ تسویر النواظر ص ۹۶۔ ۲۔ تسویر النواظر ص ۹۶۔

۳۔ تسویر النواظر ص ۹۶۔ ۴۔ ایضاً ص ۹۸۔

۵۔ ایضاً ص ۹۸۔ ۶۔ ایضاً ص ۹۸۔

۷۔ ایضاً ص ۱۰۰۔ ۸۔ ایضاً ص ۱۰۰۔

ثانیاً :- فَاَتَى لَا اَدْرِیْ لَعَلَّی اَلَّتْ هُمْ یَبْدُوْنَ عَامِیْہُمْ هٰذَا۔

میں نہیں جانتا کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں۔

ثالثاً :- یَا یٰہُمَا اَلَا سِیِّئَیْہٖمَا اَدْرِیْ لَعَلَّی لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ

یَعْنِیْ هٰذَا یَسْکُنٰی هٰذَا۔ اسے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں تم سے

آج کے دن کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کر سکوں۔

جواب :- یہ ہیں احادیث کے بعض ٹکڑے جن سے خان صاحب نے اپنے

عمیدہ پر دلیل پکڑی ہے ان سب کا اجمالی جواب عرض کر دیتے ہیں۔ ان اجزاء

میں بعض وہ ہیں جن سے نہ دیکھنا اور ملاقات نہ کرنا مفہوم ہے سو وہ بقیہ

حیات دنیاوی اور چشم بصارت سے دیکھنا اور بعض وہ ہیں جن میں نہ جانتا نہیں

ہے سو وہ از روئے درایت کے ہے اور معنی درایت کے یہ ہیں۔

اَلْاِیْمَةُ رَاٰکُمْ عَلٰی قَارِیْہِہٖ۔

امام الاحناف علی قاری فرماتے ہیں :- الشَّیْءُ بِحِیْلَتِہٖ۔

درایتہ النکل کے ساتھ کسی چیز کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ سو یہ یا عدم

الشیء تھا کہ منافعی نہیں۔

خان صاحب کی ایک اور حماقت :- یَوْمَ یَجْعَلُ اللّٰہُ التَّوَسَّلَ

یَقُوْلُوْا مَاذَا اَجَبْتُمْ قَالُوْا لَا عَلٰیہٗ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ۔

ترجمہ :- جس دن ہم کریگا اللہ تعالیٰ رسولوں کو کہے گا تم کو اپنی اپنی

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ مرقات ص ۳۶۔ ۴۔ مرقات ص ۳۶۔



اُنت کی طرف سے کیا جواب دیا گیا۔ وہ بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو  
ہی ہے غیب دان۔

تمام پیغمبر اس سے لاطمی کا اظہار کریں گے رہا اس لاطمی کے اظہار کو تواضع  
پر عمل کرنا جیسا کہ بعض مفتویوں (بلکہ تمام مفتویوں) نے کہا ہے تو درست نہیں کیونکہ  
اگر کوئی اور نفس قطعی ایسی ہوتی جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات  
انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بغیر استثناء کے ہر چیز معلوم ہے تو ہم تواضع  
پر عمل کر سکتے تھے بلکہ

جواب :- واہ خان صاحب .... ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں مگر آپ  
سے کم سوال تو ہو گا اُنتوں کے جوابوں کے بارے میں اور خان صاحب انبیاء  
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جواب لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع پر محمول کرنے کے لیے  
بغیر استثناء کے ہر چیز کے علم پر نفس قطعی کے ثبوت کا مطالبہ کرتے ہیں ہم پہلے  
میں کہ بعض انبیاء اور ہمارے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو جواب دیئے گئے  
وہ تو قرآن میں آج بھی موجود ہیں اور قرآن کی برکت سے تمام اُنت کو بھی علم  
ہے تو جن کو جواب دیئے گئے اُن کو علم کس طرح نہیں؟ اگر لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع  
پر محمول نہ کیا جائے تو اس جواب کی اور کونسی وجہ ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ  
خان صاحب بہت ہیں ورنہ ضرور کوئی وجہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے۔

اعتراض :- اِنَّكَ لَا تَعْلَمُ مَا كُنْتُ اَتَى بِكَ (بخاری ص ۱۷۸)  
ترجمہ :- آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اُنہوں نے  
کیا کیا نئی نئی باتیں اور حرکتیں کر لی ہیں۔

لے :- بلطف تسمیہ النواظر ص ۱۷۸

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو ان کا علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے  
فرشتے یہ نہ فرماتے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود  
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں گے: "وہ ہوں وہ جنت  
جنہوں نے میرے بعد دین بدل دیا۔"

جواب :- اس حدیث پاک سے جو بات خان صاحب سمجھے ہیں وہ کئی  
وجہ سے سرودھ ہے۔

اول تو قرآن مجید کی اُس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے۔

عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا مَا عَلِمْنَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ دُونِ مَا عَلِمَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ  
گزرتی ہے۔

اگر اُنت کی برائیوں پر آپ کو اطلاع ہی نہیں تو گراں گزرتا چر معنی وارد۔  
دوسرے عرض اعمال والی حدیث کے بھی معارض ہے۔

تیسرے طبرانی شریف کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آپ  
نے فرمایا ہے کہ

اِنِّي اَنْظُرُ اِلَيْكُمْ مَا هُوَ كَالِشَيْءِ اِلَّا يُدْرِكُ الْغَيْبَ مَعِيَ۔

چوتھے مسلم شریف کی حدیث نے واضح کر دیا ہے کہ مَا تَعْلَمُوْنِي مِنْ شَيْءٍ  
استفہام مقدر ہے کیونکہ مسلم شریف میں ہے کہ اَمَّا شَعْرَتَا مَا عَمِلُوْا الْبَعْدَ اَنْ  
کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اُنہوں نے کیا عمل کیے ہیں لہذا مَا تَعْلَمُوْنِي  
کا معنی بھی یہ ہی ہے کہ اَمَّا تَعْلَمُوْنَ اَيْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کیا آپ نہیں جانتے؟ یعنی باوجود علم ہونے کے

لے :- بلطف تسمیہ النواظر ص ۱۷۹



پھر بھی آپ اپنا رپے ہیں۔ لیکن یہ اپنا نام صرف بِاسْمِہِ وَبِیْنِیْنِ دُؤْتُ دَجِیْمِ کے تقاضا پر ہوگا۔

خان صاحب سے جب مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۹ کی روایت اَمَّا شَعْرَتُ کا جواب نہیں سکا اور نہ ہی بن سکتا ہے تو دو چیلے تراشے۔

پہلا حیلہ اور اس کا جواب :- اول یہ کہ یہ روایت مسلم کی درجہ دوم کے روایت سے ہے اور ان کے متعلق

فیصلہ امام مسلم نے مقدمہ میں کر دیا ہے کہ "اُن سے خطا اور غلطی کمتر سرزد ہو جاتی ہے۔"

لیکن خود ہی اس سے ماقبل صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ "بخاری و مسلم صحیح ہیں۔" اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ درجہ دوم کے روایت سے خطا اور غلطی کمتر سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ خان صاحب کو مفید نہیں جب تک خطا و غلطی کا ثبوت نہ ہو۔ درجہ تمام وہ روایات جو کہ درجہ دوم کے روایت سے ہیں ماقابل اعتبار ٹھہرتی ہیں جس کی بنا پر مسلم شریف کی صحت پر اُمت کا اتفاق غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسرا حیلہ دوم یہ تراش کہ اَمَّا شَعْرَتُ کا جملہ اس کو نہیں چاہتا کہ پہلے سے مخاطب کو علم ہو۔

پتا نہ چھوڑا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ سے فرمایا۔ اَمَّا شَعْرَتُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ كَذَّبَ وَجَبِي فِي السَّجَةِ مَسْدِيْمَ يَنْتَ جَسْرَانِ۔ (ابو آخروہ حدیث)

۱۔ تصویر التواضع ص ۱۶۔ ۲۔ تصویر التواضع ص ۱۵۔

ترجمہ :- کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ جنت میں میری بنت عمران کا نکاح کر دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں اس کو اس سے پہلے اس کی کیا خبر ہوگی؟

جواب :- اس روایت پر قیاس کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی نفی کرنا تو خود اپنے شعور کی فاسخ دینا ہے۔ کیونکہ یہ قیاس مع الفاروق ہے کہ ان سیدہ الاولیاء و الاخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک انبی صافی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں اَوْتِیْتُ عَلَیْمًا اَدَلِّیْنِ کَالْاَخِیْنِ کہ مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے۔ احوال اُمت سے مطلع ہونا تو لوازمات نبوت میں سے ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں باب الزواہر میں حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

السُّوْءُ بِاَلصَّاحِبَةِ مِثْلَ النَّجْلِ الصَّالِحُ جَنْبًا مِنْ سَبْتَةٍ وَارْتِیْنِ جَدَّیْنِ الشُّبُوْءِ۔

یعنی انسان کا خواب نبوت کے چھیا لیس جزوں میں سے ایک جز ہے۔ اور چھیا لیس اجزاء کی تفصیل کرتے ہوئے قطب الواصلین سیدنا محمد العزیز و بارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَا دُسُّمَآ كَمَا لِحِفْظِهِمْ حَتَّى يَحْفَظَ الْقُبُوْرَةَ كُلَّهَا اِذَا سَجَّعَهَا سَرَّةٌ۔

ترجمہ :- چھٹا جز نبوت یہ ہے کہ نبی کا حافظہ اس کمال کا ہوتا ہے

۱۔ تصویر التواضع ص ۱۶۔



کہ ایک مرتبہ جس بات کو سن لے اُسے کبھی نہیں بھولتا۔ بلکہ بات کی کھل صورت کو محفوظ رکھتا ہے۔

وَتَارِعُهَا كَمَا لَمْ يَنْصُرْ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ مَا لَا يَنْصُرُ عَيْنٌ ۚ عَائِدُهَا كَأَلَّا سَمِعَ حَتَّى يَسْمَعَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ مَا لَا يَسْمَعُ عَيْنٌ ۚ الثَّانِي ۚ وَالْأَلَا زَبْعُونَ الْإِبِلَ عَلَى الْغَيْبِ بِمَا لَمْ يَنْقُلْهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ ۚ الثَّلَاثُ ۚ وَالْأَلَا زَبْعُونَ الْإِبِلَ عَلَى مَا سَيَكُونُ السَّابِعُ ۚ وَالْأَلَا زَبْعُونَ الشَّيْءَ عَلَى أَسْرَابِلِ الثَّانِي ۚ وَخَبَائِطُ هُوَ ۚ

ترجمہ :- لوگوں! جزیہ ہے کہ بصارت اس کمال کی ہوتی ہے کہ دور دراز سے بھی دیکھ لیتا ہے جس کو دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھوں! یہ ہے کہ زمین کے دوسرے کنارے سے بھی بات سنتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں سن سکتا۔ یہاں یسواں یہ ہے کہ غیب پر اطلاع ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی سے منقول نہ ہو ترائیسواں یہ ہے کہ آئندہ ہونے والے واقعات پر اطلاع ہونا۔ چوالیسواں یہ ہے کہ انسانوں کے اسرار اور پوشیدہ باتوں پر اطلاع ہونا۔

پھر فرماتے ہیں :-

إِنَّ الشُّبُهَاتِ بَيِّنَاتٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِهَا النَّبِيُّ وَيُفَارِقُ بِهِ قَبِيلَهُ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِهَا قَوْمًا مِنَ الْغَوَاةِ مِنْهَا أَنْ يُكْرِفَ حَقَّ

سُورۃ مائیدہ ۱۱۲

الْأُمُورِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِأَنْتِهِ وَصِفَاتِهِمْ وَصَفَاتِهِمْ وَالْقَائِلَ لِأَخِيهِ لَا كَمَا يَكُنُّ عَيْنٌ ۚ سَبَلٌ عِنْدَهُ ۚ مِنْ كَثْرَةِ الْمَعْلُومَاتِ وَزِيَادَةِ الْيَقِينِ وَالْحَقِيقَةِ مَا لَيْسَ عِنْدَ عَيْنٍ ۚ وَلَهُ مِسْفَةٌ يُبْصِرُ بِهَا الْمَلَأَئِكَةَ ۚ وَيُشَاهِدُ بِهَا الْمَلَائِكَةَ ۚ وَلَهُ مِسْفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُونُ فِي الْغَيْبِ وَيُطْلَعُ بِهَا مَا فِي السَّحَابِ الْمُحْفُوظِ ۚ

ترجمہ :- یعنی نبوت ان خاص کمالات کا نام ہے جو نبی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جن سے نبی اور غیر نبی میں فرق کیا جاتا ہے اور وہ نبی بہت سارے خواص سے قصص کیا جاتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ نبی ان تمام معاملات (جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں) کی پوری پوری معرفت رکھتا ہے اور یہ معرفت غیر نبی سے ممتاز ہوتی ہے بلکہ معلومات کی کثرت اور یقین کی زیادتی اور تحقیق ایسی رکھتا ہے کہ غیر نبی کو نہیں ہوتی اور نبی میں ایک صفت ہوتی ہے کہ اس سے غیب میں ہونے والے واقعات کا اور اک کرتا ہے اور اس سے لوح محفوظ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

یہ ہے نبی کی شان اور نبوت کی حقیقت۔ عائدہ دہا یہ مجاہد یہ تو نبی کو بس مسجد کا ملاں ہی سمجھے ہوئے ہیں۔

العارف باللہ القلب اکبر سیدنا احمد بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

سُورۃ مائیدہ ۱۱۳



وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الشُّكُوكُ فِرْدَ رِجْلِي  
أَحَدِكُمْ إِلَّا وَجَدْتُ أَلَمَهَا نَهَوْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقِيقَةَ  
النَّكْوَى كَمَا أَنَّ الشَّجَرَةَ لَهَا وَرَقٌ وَفَسْطُونٌ وَتَوْدُوعٌ وَغَرْدُ  
دَجْدُوعٍ وَذَهْرٌ وَنَسْرٌ فَإِنَّ حَقِيقَةَ الْكُلِّ شَجَرٌ لَهُ

ترجمہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں چھینا کا شاتم سے کسی کے پاؤں میں گر میں اس کی تکلیف پاتا ہوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کائنات میں جیسا کہ ایک درخت کی ٹہنیاں پتے، شاخیں پھول، پھل اور تنہا وغیرہ ہوتے ہیں اور حقیقت سب کی وہ درخت ہے۔

قرآن مجید، احادیث شریف، اولیاء کا ملین کی تحقیق اور علماء و دانش کے ارشادات ان سب کو نظر انداز کر کے خان صاحب لکھنؤ کی بیکار باجے کی سی ٹیپ ٹیپ کون سنتا ہے

واقعہ افک کی حقیقت :-  
 طائفہ دہلیہ نجدیہ اس واقعہ افک کو  
 بیان کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی

ہاگام گوشش کرتے ہیں۔ لہذا خان صاحب نے بھی اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر یقین نہ تھا۔ سو حدیث شریف کے وہ الفاظ جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجمع صحابہ میں منبر پر رونق افروز ہو کر فرمائے تھے نقل کر دیتے ہیں اور فیصلہ غزیرین پر ہی رہا۔

فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ يَقْذُرْ فِي مَنْ رَجُلٍ قَدْ  
بَلَغَ عَنِّي أَذًا فِي أَهْلِي، فَإِنَّهُ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا  
وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا لَهُ

ترجمہ :- آپ نے ارشاد فرمایا اے گروہ مسلمین تم میں سے کون میری طرف سے اُس شخص سے انتقام لے گا جس نے مجھے میری اہلیہ کے بارے میں اذیت دی ہے قسم ہے خدا کی میری اہلیہ کے بارے میں میرے علم میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہیں اور جس مرد کا وہ ذکر کرتے ہیں، اُس کے بارے میں بھی میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتا۔

چونکہ فریقین میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے آپ  
کے علم میں بھی نہ تھا اگر کچھ ہوتا تو ضرور آپ کے علم میں ہوتا اور قسم بھی ہمیشہ  
مخاطب کو یقین دلانے کے لیے کھائی جاتی ہے۔ بھلا ان وہابیوں سے  
پوچھئے کہ جو بات مشوک ہو یقینی یقینی نہ ہو اُس پر بھی کوئی قسم کھاتا ہے یا فصوص  
اللہ تعالیٰ اور اُس کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تحقیق و تقشیر تو لوگوں کا ایمان  
اور یقین آزماتے کے لیے مقلی اور جب ایماندار صحابہ نے بھی منافقوں کے  
علاف ہی گواہی دی کیا تب بھی آپ کو یقین نہ آیا۔ جبکہ قرآن فرماتا ہے  
**يُؤَيِّنُ لِلَّذِينَ آمَنُوا** کہ آپ ایمانداروں کی باتوں پر صدقِ دل سے  
یقین رکھتے ہیں۔ اب ذرا صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیانات کیئے۔  
**اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَسُّوا لِي الْاِسْلَامَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**



أَنَا قَاتِلٌ بِكَذِبِ الْمُتَفِيقِينَ لِأَنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ مِنْ ذَنْبِكَ  
الذَّنْبِ عَلَى جَهْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى التَّجَارِبَاتِ فَيَسْتَلْطِقُ بِهَا  
فَلَمَّا عَصَمَكَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْقُدْرَةِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ  
لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُونُ مُسْلِمًا بِمُشَلِّهِ هَذَا  
الْعَاجِزُ.

وَقَالَ عَقْلَانُ إِنَّ اللَّهَ مَا أَدْرَعْتَ ظَنَّاكَ عَلَى الْأَرْضِ بِشَيْءٍ يَصْغُرُ  
إِنْسَانٌ كَذَمَهُ عَلَى ذَلِكَ الظَّنِّ فَلَمَّا لَمْ يَكُنْ لِقَدْرٍ مِنْ  
دَوْصِ الْقُدْرَةِ عَلَى ظَنِّكَ كَيْفَ يُمْكِنُ أَحَدًا مِنْ تَكْوِينِ عَرْضِ  
رَوْحِكَ.

قَالَ عَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ جَبْرِيَّيْنِ أَخْبَرَكَ أَنَّ عَلَى لَيْلِيكَ  
قَدْ رَأَى أَمْرًا بِأَخْرَاجِ النَّعْلِ عَنْ جَهْلِكَ بِسَبَبِ مَا لَمْ تَحْشَ  
بِهِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ لَا يَأْمُرُكَ بِأَخْرَاجِهَا بِتَقْوِيرِ أَنْ  
تَكُونُ مُسْلِمًا بِشَيْءٍ مِنَ الْفَوَاحِشِ يَلُ.

ترجمہ :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں عرض کیا کہ میں قلعی طور پر منافقوں کو جھوٹا کہتا ہوں اس  
لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے کہ کھلی آپ کے  
جسم پاک پر نیٹھے۔ کیونکہ وہ نجاست سے موت ہوتی ہے۔ سو وہ  
کس طرح نہ محفوظ رکھے گا آپ کو ایسی بیوی سے جو کہ ایسی برائی  
سے موت ہو۔

سہ :- تفسیر مدارک جلد ۴ ص ۵۹۰

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ  
کے سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اسے اپنے قدموں  
سے نہ روندے سو جب اس بات پر کسی کو قدرت نہیں دی تو یہ  
کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپ کی اہلیہ پاک کو موت کرے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جب وہیل علیہ السلام نے  
آپ کو اطلاع دے دی تھی جبکہ آپ کی نعل پاک نجاست سے موت  
تھی اور آپ کو نعل اتارنے کو کہا۔ بسبب اس نجاست کے تو جو بیوی  
برائی سے موت ہو اس کو نکالنے کا حکم کیوں نہ آپ کو دیا جاتا۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو قلعی طور پر یقین ہے  
کہ منافق جھوٹے ہیں لیکن وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے آقا و مولیٰ سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یقین نہ تھا کہ منافق جھوٹے  
ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر شریف پر یہ فرمایا کہ  
خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوئے بھلائی کے کچھ بھی نہیں جانتا تو  
یہ قول صحابہ کے نزدیک قلعی تھا یا نہ آپ کے اس ارشاد کا انکار کھڑا تھا یا  
نہ۔ باقی رہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا  
فَإِنْ كُنْتُ بِوَيْلَةٍ فَسَيَبْرُئُكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ أَلْصَقْتُ بِذَنْبٍ  
فَأَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ يَلُ

ترجمہ :- اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری برائی ظاہر

سہ :- بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۹۰



کر دے گا اگر تجھ سے کوئی گناہ (صغیر) سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

سو یہ سیدہ کی دلجوئی اور مآا صابکھو من موصیبتہ فیما کسبت ایدیکم کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ لفظ التَّوْبَتِ کے معنی یہ ہیں۔

التَّوْبَتِ بِذَنْبِ اَعَاذَتِ بِہ یعنی اگر تو گناہ کے قریب بھی گئی ہے۔  
وَقِيلَ اَلَمْ تَعْلَمْ مَقَادَہُ التَّوْبَتِ مِنْ عَذَابِ الْفِتَنِ یہ بھی کہا گیا ہے کہ  
اَلَمْ تَعْلَمْ بغیر وقوع کے مقادیر گناہ کو کہتے ہیں وَقِيلَ مَوْحِنَ التَّوْبَتِ  
الذَّنْبِ۔ یعنی یہ لم میں سے ہے جس کا معنی گناہ صغیر ہے بلکہ  
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مُراد باطل واضح ہے۔

آخر میں ہم حاجی امداد اللہ صاحب جو کہ اس طائفہ کے پیرو مرشد ہیں ان کا فیصلہ ناظرین کے پیش خدمت کرتے ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔  
لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ  
اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک فیہات کا ان کو ہوتا ہے  
اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ (یعنی حضرت  
عثمان کا واقعہ) اور حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے  
دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ

ایک اور جواب :- خان صاحب نے اکثر اعتراضات میں سورتوں کے نزول میں مقدم و متوخر کا سہارا لیا ہے کیا اس

سہ :- حاشیہ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۹۶۔

سہ :- شام امدادیہ حصہ دوم ص ۷۷۔

جگہ پر نزول میں مقدم و متوخر یاد نہیں رہا۔ سو ہم یاد دلا دیتے ہیں۔ سورہ نور جس کی بعض آیات واقعہ انکس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورہ سے پہلے سورہ احزاب نازل ہو چکی تھی جس میں ازواج پاک کی شان میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی۔ دیکھو تفسیر القرآن لا مانا اسید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۷۷۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَرْثِيهِ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ  
وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج تمہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک فرما دے جیسا کہ پاک کرینا حق ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا يَصِفُ اللّٰہُ کہ گزرتا ہے جو ارادہ فرماتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ واقعہ انکس سے پہلے ازواج پاک کے حق میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی کیا سیدہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ انکس کے موقع پر یہ آیت قبول گئے تھے جو کہ ازواج کی پاکیزگی کی قطعی دلیل ہے کیا اس آیت کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا یقین نہ تھا۔

وَ اِذَا نَزَلَتْ اٰیَاتُ الْاٰزِیْنِ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیَاتِنَا وَلَکُمْ مِّنْ عٰمِلٰتٍ حٰثٰتٍ یَّخُوْضُوْنَ فِیْ حَدِیْقِیْہِ غٰیۃٍ وَّ اَمَّا یُنٰسِیۡنَکَ الشَّیْطٰنُ فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرِ مَعَ اٰتِلَآئِ الْفٰلِیْنِ

سہ :- ۱۔ پ ۲۲ الاحزاب ج ۳ آیت ۳۲۔

سہ :- ۲۔ پ ۷۸ الانعام ج ۳ آیت ۷۸۔



ترجمہ :- اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو ہر مزاج اڑتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر بیٹھاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلاوے سے بچو کہ شیطان تو مت بیٹھ یا د آنے کے بعد ظالموں میں ۔

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلاف شریح مجالس میں شریک ہونے اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں تھی۔

جواب :- خان صاحب نے ترجمہ میں تحریف کی ہے مع القوم الظالمین کا ترجمہ تو کافر اور مشرک لوگوں کی مجالس دوسرے یہ حکم دنیاوی حیات میں بخش نہیں شریک ہونے کے بارے میں ہے کیونکہ آپ کی حیات ظاہر میں خلاف شرع کوئی مجلس ہوتی ہی نہ تھی۔ لہذا نیک اور پاک مجالس میں شریک ہونے اور دیگر مجالس کا اپنی جگہ خاص سے معاشرہ فرمانے کے منافی نہیں۔

**اعترض :-** خان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر فی سبغہ رسول کے لئے فراموش ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلائیے کہ مختلف قسم کے اور گوناگوں عذاب دنیا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں نکلا ہوا اور نازل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ الشَّيْءُ يُعَذِّبُهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ يَتَذَكَّرُ

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اُن میں آپ کے ہوتے ہوئے اُن کو عذاب دے۔

جواب :- اس عذاب سے عذاب استیصال مراد ہے جو کہ قیامت تک نہیں آسکتا اور اگر عذاب کو عام رکھا جائے تو یہ حکم دنیاوی حیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اعترض :- اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں حاضر ہیں تو ثابت ہوا کہ کسی بھی مردہ کو عذاب قبر نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم آپ کی موجودگی میں سزا نہیں دیتے بلکہ

جواب :- بیشک جس قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود رونق افروز ہوتے ہیں بوقت سوال منکر تخریر وہ شخص ہرگز معذب نہیں بلکہ اُس کو ارشاد ہوتا ہے نَعَمْ كَتُمْنَا عَنْكَ وَسَيُسَوِّجُ بِكَ جِيسَا كَرَامٍ وَلَمَّا سَوَّيْنَاكَ لَنَا فَلَمْ يَكُنْ لَكَ كَافِرًا كَمَا مَعَالِهُ تَوْنِي اَكْرَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سے حصول نفع کے لیے ایمان شرط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بری مجالس بری جگہوں مشرکین کے گھر اور قبروں میں اور ہر وہ جگہ جہاں آپ کا بنفس نفیس حاضر ہونا کسر شان ہے بایں معنی حاضر و ناظر ہیں کہ ایسے تمام مقامات آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ اپنے استناد عالیہ سے اُن کا معاشرۂ اور مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا ستیہ ناعزہ رائل علیہ السلام کے لیے روئے زمین ہے۔ اسی لیے امام الاحناف علی القاری رحمۃ اللہ الباری نے ارشاد فرمایا ہے کہ

بَلَدٌ دُفِحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِي بُيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ كَيَوْمَكَ هُوَ  
مُعْتَقِ اِبْلِ اِسْلَام کے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں اگر علی قاری رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہ کے عقیدہ کے مطابق روح النور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دُفِحَ یوں کے



گمروں میں موجود نہیں تو انہیں فکر کرنا چاہیے کہ وہ کرنے گروہ میں سے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں اَلْعُرْشُ پُرِ اعْتِرَاضَاتٍ ۱۔ بے اَلْعُرْشُ تَمَّ بِاَعْتِمَادِ يَاعِزِّ اِيَالِے

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میرے بتلانے سے آپ کو معلوم نہیں جب اللہ تعالیٰ نے بتلادیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اَلْعُرْشُ کا اطلاق ہوا جواب ۱۔ خان صاحب اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جس واقعہ پر اَلْعُرْشُ داخل ہوا ہے وہ واقعہ اَلْعُرْشُ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد۔ اس بات پر تو خود قرآن مجید شاہد ہے کہ واقعہ اَلْعُرْشُ کے بعد ہی مذکور ہے تو خان صاحب کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ نے بتلادیا تو آپ نے جان لیا تو بتلانے سے پہلے اَلْعُرْشُ سے استفہام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ يَكْفُرُ الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ ۲

کیا آپ نے اُس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کے رب کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا۔

اس آیت میں الذی کے ساتھ اُس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشارک الیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ چونکہ روایت ثابت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واقعہ کو اِذْ قَالَ سے شروع فرمایا ہے اور منبرین کا اتفاق ہے کہ اِذْ سے ماقبل اِذْ کُنْ فعل مقدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ یاد کریں جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اور یاد دلانا جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ

۱۔ تفسیر الزاخر ص ۱۲۹۔ ۲۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔

واقعہ دیکھا ہو۔

اور سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمَّا نَسُوا نَجْمَ الْوَحْيِ اَحْسَنَ الْقُصَصِ بِمَا اَوْفَيْتَنَا اِيْلِكَ هٰذَا الْقُرْآنُ ۳

ترجمہ ۱۔ ہم آپ کے سامنے اچھا قصہ بیان فرماتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اور اگرچہ آپ اس بیان سے پہلے اس قصہ سے غافل تھے۔

یہ نہ فرمایا اِذْ کُنْتَ مِنْ بَنِي اِمْلَاکِ اِیْلٰہِیْنِ۔ چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن تو اس طرف نہ تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ شروع میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ یُوسُفُ یعنی یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے کہا۔

اگر کوئی کہے کہ اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔ پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی، سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اللہ اتنی ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو بغیر حکم الہی اللہ تعالیٰ کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جن آیات قرآنیہ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہ تھے مثلاً۔

۴۔ وَمَا کُنْتُ لَدَیْہُمْ اِذَا جَمَعُوا اَصْرَہُمْ ۵

تو نہ تھا پاس اُن کے جب انہوں نے معاملہ پر اتفاق کیا۔

۱۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔ ۲۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔

۳۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔ ۴۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔



○ — وَمَا كُنْتُ قَائِلًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۖ

اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں۔

○ — وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ ۖ

اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے۔

(کنز الایمان شریف)

○ — وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْقُرْبَىٰ إِذْ قَضَيْتُمَا إِلَىٰ مُوسَىٰ الْأَمْرَ ۚ

کنت مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ

طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم

بھیجا۔ (کنز الایمان شریف)

یہ سب آیات عالم جسمانی کے پیش نظر ہیں اور عالم روحانی کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ جو بھی واقعات پیش آئے آپ ان پر حاضر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُنَادِيكَ الَّذِي تَدْعُو الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدٍ لَّيْسَ كُنَّ لِلْمُتَشَبِّهِينَ ذَلِيلًا ۚ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ تمام

جہانوں کے لیے نذیر (نبی) ثابت ہوں۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ

۱۔ پٹ القمض ہے آیت ۴۵۔ ۲۔ پٹ آل عمران ہے آیت ۴۴۔

۳۔ پٹ القمض ہے آیت ۴۴۔ ۴۔ پٹ الفرقان ہے آیت ۱۔

۵۔ پٹ سہا ہے آیت ۲۸۔

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ أَقُولُ النَّاسُ فِي الْخَلْقِ قَاصِدُهُمْ فِي الْبَعْثِ ۖ

تتأدوا قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ صَحِيحٌ ۖ

میں پیداؤں کے لحاظ سے تمام انسانوں سے اقل ہوں اور بعثت کے

لحاظ سے آخر۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔

بِأَنَّ جَعْلَهُ اللَّهُ حَقِيقَةً لِّمَعْرِضِ عَمَلَاتِهِ عَنْ مَخْرِقَتِهَا وَكَفَاةً

عَلَيْهَا وَصَحَّتِ النَّبِيُّ مِنْ ذَلِكَ الْوَقْتِ فَكَانَ هَذَا لَهُ بَاطِنًا

شَعْرَ ظَاهِرًا ۖ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اس

کی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ کو وصفت نبوة

عطا فرمایا پس یہ از روئے باطن تھا پھر آپ کا ظہور ہوا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

كُنْتُ نَبِيَّ آدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ ۖ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ

صَحِيحٌ ۖ

یعنی میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

۱۔ السراج المیز شرح جامع صغیر ج ۳ ص ۱۱۰۔

۲۔ السراج المیز ج ۳ ص ۱۱۰۔ ۳۔ السراج المیز ج ۳ ص ۱۱۰۔



قوله صلى الله عليه وسلم كنت نبيا لم يزل يبعث  
الناس ولا كنت موجودا اشارة الى ان النبوة صلى الله عليه  
وسلم كانت موجودة في ازل الخلق الزمان في عالم الغيب  
دون عالم الشهادة فلما استهل الزمان بالاسم الباطن  
الوجود جسم وارتباط الروح به صلى الله عليه وسلم  
انتقل حكم الزمان في جديان الى الاسم الظاهر فظهر  
بذاته جسما وروحا فكان الحكم له باطنا ولا في كل  
ما ظهر من الشرائع على ايدي الانبياء والرسول

ترجمہ: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے کہ میں نبی فرمایا اور نہ فرمایا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمایا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت اول زمانہ سے عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں جب آپ کا وہ باطن کا زمانہ ختم ہوا تو آپ جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوئے پس روز اول سے باطنی طور پر آپ ہی کا حکم تھا ان تمام شرائع میں جو انبیاء اور رسولوں کے باطنوں سے ظاہر ہوئے۔

اور علماء اہل سنت نے اس آیت (وَسَيُرَى الله عَمَلَكُمْ وَرَسُولِي) سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت اعمال پر جو استدلال کیا ہے وہ حق ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ رویت صاف طور پر مذکور ہے جس کے دو فاعل ہیں ایک اللہ تعالیٰ جس کا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چھر مخفی

سہ: شرح جامع صغیر لنادی

نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے دکھانے سے ہے اور یہ دیکھنا آپ کے لوازمات نبوت میں سے ہے۔ لہذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان کے مطابق ہے۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ یہ آیت صرف منافقوں کے اعمال کی رویت پر دلالت کرتی ہے غلط ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے در نہ تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سوائے منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے اور جس آیت میں اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے (وَسَيُرَى الله عَمَلَكُمْ وَرَسُولِي) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومنین بھی حاضر و غاib میں کیا خان صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین میں مرتبہ کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں۔ مومنین کے حق میں رویت بمعنی علم ہے وہ بھی باطنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خان صاحب خود ہی شاہ کے معنوں میں یہ تحریر کر گئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام انسانوں کے بارے میں ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا ترجمہ ہر ایک کی شان کے مطابق کرنا چاہیے اور یہ قاعدہ بھی درست ہے لیکن اس مقام پر خان صاحب فرق مراتب کا باطل خیال نہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام مومنوں میں اس صفت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوا۔“

سہ: تفسیر النور المشرق



یہ بات خان صاحب نے مولانا محمد عمر دامت برکاتہ کے اس قول پر کرلوں،  
گرام بھی دیکھیں گے تبار سے اعمال اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے۔ حالانکہ مومنین  
کا عین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور لفظاً درست ہے حدیث پاک میں ہے۔

اقتدا فرماتے المومن انہ یظہروا بنور اللہ۔

یعنی مومن کی فراست سے ذرورہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔

کہ بوجہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے، حقائق مومن پر روشن  
ہو جاتے ہیں مافی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی  
مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ  
شریک نہیں۔

## اہلسنت کی دلیل و گھڑوی کا اعتراض

اہل سنت کا وہما آل سُنَّتِکَ اَللّٰہُ وَرَحْمَۃُ الْعَالَمِیْنَ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال اور دلیلیہ تنہیہ کا اعتراض۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ سیدنا و مولانا، بادشاہ و سرشار حضرت محمد مصطفیٰ  
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سترتا پارامت میں اور عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو ہر وقت  
ہر آن اپنا فیض رحمت پہنچا رہے ہیں۔

عارف باللہ علامہ صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

لے۔ شرح جامع صغیر جلد ۱ ص ۴۴۔

فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم رحمة للعالمین ولولا رحمة بشا ما  
بقي منا احد۔

ترجمہ :- پس ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کے لیے  
رحمت ہیں اور اگر آپ کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں  
سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

لیکن خان صاحب فرماتے ہیں۔

”بلاشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں  
کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا ہے اور آپ کا رسول بنا کر بھیجا خدا  
تعالیٰ کی تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے۔“

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ خان صاحب عالمین کا مفہوم اور معنی

نہیں جانتے۔ دوسرے بھیجنے کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ اگر بھیجنے سے

آپ کا جسم پاک کے ساتھ تشریف لانا اور مبعوث ہونا مراد ہو تو آپ کی بعثت

کے ماقبل والوں کو شامل نہیں کیونکہ عالمین کا اطلاق ماسوا اللہ کے سب پر آتا

ہے۔ اس لیے خان صاحب کا معنی درست نہیں بنتا۔ جب تک نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے وجود پاک کو خواہ عالم باطن میں ہوں خواہ عالم ظاہر میں رحمت و تسلیم

کیا جائے ہرگز ہرگز رحمت اللعالمین کا مفہوم نہیں بنتا اور حقیقت بھی یہی ہے

کہ آپ کا وجود ہی رحمت ہے اقل خلق سے زمانہ بعثت تک عالم غیب

میں آپ رحمت تھے۔ جب جسم پاک کے ساتھ عالم ظاہر میں تشریف لائے تو آپ

رحمت اور جب عالم برزخ میں تشریف لے گئے پھر آپ رحمت۔ لہذا آپ

لے۔ تفسیر صادق جلد ۱ ص ۴۴۔ تفسیر الزواجر ص ۳۵۔



رحمۃ اللعالمین ثابت ہوئے۔ سو جب یہ حقیقت ہے تو ثابت ہوا کہ کائنات کا کوئی فرد بھی آپ کے فیض رحمت سے محروم نہیں لیکن حصہ اپنے اپنے مقام کے مطابق۔

لہذا منیف کو مستفیض کا ہر گھڑی ہر آن علم ہونا ثابت ہوا اور یہ علم بذریعہ مشاہدہ ہی ہے نہ کہ ہر وقت ہر ایک کے حال کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ دانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

## اہلسنت کی دوسری دلیل اور گھڑی کا اعتراض

اہل سنت کی دوسری دلیل اِنَّ رَحْمَةً اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ہے۔

خان صاحب اس پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بالفرض اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی ذات گرامی ہی ملو ہے تو آپ صرف محسنین کے لیے حاضر و ناظر ہوں گے نہ

جواب۔ محسنین کی قید سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کے باطل قریب نہیں کیونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے وگرنہ تو ان مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہوگا۔

ان اللہ مع المتقین۔ اللہ پر سیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ کان ص ۴۹ ۲۔ پ ۱۸۴ ص ۵۶

۳۔ تفسیر انوار ص ۳۰

ان اللہ مع المحسنین۔ اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الصبرین۔ اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔

کیا ان آیات کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہو معکم ایما کنتم وہ تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ ثابت ہوا کہ متقین، محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص نوعیت کا ساتھ ہے۔ درو عام معیت سب کو حاصل ہے۔

خان صاحب ہر جگہ اور بار بار اس بات پر زور ایک مٹمہ اور اس کا حل دیتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گندی

مباس میں بلکہ جس گھر میں فوٹو ہوں وہاں حاضر نہیں ہوتے کیونکہ ایسی مباس اور ایسے گھروں سے تو فرشتے بھی بھاگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج دیکھے ہر

گھر صم کدہ اور بخت خانہ بنا ہوا ہے اور ان مٹوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود و حاضر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب نے صرف فوٹو کا ذکر کر دیا لیکن

دو چیزیں اور بھی تو ہیں جن کی موجودگی سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے چہ جائیکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

فرمایا کہ نہیں داخل ہوتے اس گھر میں فرشتے ہوں جس میں فوٹو یا کتا یا جلی آدمی یعنی جس پر منسل فرض ہو۔ اس حدیث کو بھی یاد رکھیں اور اس طائفہ دلیلیہ کے

عزت الاعظم رشیدیہ احمد لنگوہی کی بھی بیٹے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی

۱۔ تذکرۃ الرشیدیہ ص ۳۰



ناظرین خود فیصلہ فرمائیں گرو سچا ہے یا پیلہ

## ماكنت تقول في هذا الرجل بمرأض

جب کوئی آدمی یا مقام یا کوئی بھی چیز مشہور و معروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا جائز اور صحیح ہے، اگرچہ وہ پاس حاضر اور موجود نہ بھی ہو اور گویا استعمال عام کے مقابلہ میں قلیل ہے لیکن ہے ضرور۔  
جواب :- مطلق کی عبارت و بیجون علی قلة لفظ العاظر فی مثل هذا الرجل و ان كان غائبا۔ یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے ہم کو اختلاف نہیں، سوال تو صرف یہ ہے کہ لفظ هذا کا موضوع لہ کیا ہے اس کا جواب مطلق کی مذکورہ عبارت میں ہی موجود ہے کہ صاحب مطلق نے لفظ حاضر بول کر اس کی مثال هذا الرجل دی ہے ثابت ہوا کہ لفظ هذا کا حقیقتاً استعمال حاضر کے لیے ہی ہے۔ جب حقیقت اور اصل سے تجرڑ اور عدول پر کوئی دلیل یا قرینہ قوی موجود نہ ہو عدول ہرگز جائز نہیں۔ لہذا حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبر میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔ چاہی اس تقریر سے خان صاحب کے دیگر دلائل اور مثالیں ہیا منشور ہو گئیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلت علی تقدیر صحیحہ یحتمل ان یكون مفید البعض دون بعض والا فظہر ان یتكون مختصا بمن ادركه فـ

حیا تم علیہ الصلوٰۃ والسلام و تشرف بدویۃ  
طلعتہ الشریفۃ۔

ترجمہ :- میں کہتا ہوں بالتقدیر صحیح ہونے اس بات لدینی دکھائے جاتے ہیں مقبور کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احتمال ہے کہ آپ کا دکھایا جاتا بعض کو تنہید ہوا اور بعض کو تنہید نہ ہو، غایب بات یہ ہے کہ یہ معاملہ خاص ہے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیات مبارک میں پایا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کہ نہ معلوم سرکار جو تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے شریعت کے کچھ تفصیل نہ فرمائی۔ خان صاحب کو تنہید نہیں کیونکہ اس میں تفصیل کی نفی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقبور کے سامنے حاضر ہونے کی۔

اور خان صاحب نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبروں پر حاضر نہ ہونے پر حرم واقعات سے استدلال کیا ہے۔ ان کا جواب امام الاحناف علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلنا كان له حق التقدم في المثلثة لثلاثه تعالی النبی  
اولی بالمومنین من النبی ولولای حق الاعادۃ۔



ترجمہ :- ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کے معاملہ میں حق تقدم حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولی بالمرئیین من النہم اور ولی کو نماز کے اعادہ کا حق ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کا آپ کو جنازہ کی اطلاع نہ دینے میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق تلفی بھی تھی اور میت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے مرحوم رکنا بھی تھا اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع دینے بغیر کوئی میت دفن نہ کیا کرو کیونکہ میری دعائیت کے لیے رحمت ہے لہذا یہ قبر میں حاضر ہونے کے خلاف نہیں۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ فریق خلافت آپ کی موجودگی میں خود کہیں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں نماز خود پڑھاتے ہو خطبہ خود پڑھتے ہو فتویٰ خود دیتے ہو سو یہ قول جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ اور ایسے سب امور دینا وہی حیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا اس واراکلیف سے روپوش ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام کے تکلف ہیں۔ کیا مفروض کی تکفل کے پیچھے عبادت جائز ہے۔ ایسی پیر باتیں کرنا تصرف فقہان عقل کی دلیل ہے۔

**گھڑوی کا عبد المصطفیٰ یا عبد الرسول یا عبد نبی اظہار بیزاری**

”خان صاحب“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر

دیو کے بندوں سے تم کو کیا عرض  
ہم میں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیسا

کا جواب یوں دیتے ہیں۔

ہم تو ہیں اللہ کے بندے سبھی۔ تو ہے عبد المصطفیٰ پھر ہم کو کیا۔

بالکل درست ہے۔ کیونکہ برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہو یہ حقیقت ہے کہ خان صاحب کیا سارا طائفہ ہی اس منصب عالی سے ازلی طور پر محروم ہے۔ کیونکہ عبد المصطفیٰ ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور ہر ایک بد نصیب کا حقہ بھی نہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اولیاء کرام سبھی عبد المصطفیٰ ہیں۔ سوائے منافقوں اور مشرکوں کے قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۖ

یعنی اے نبی آپ فرمادیں کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

حضرت حاجی اعاد اللہ ماہر کئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ اس طائفہ کے قلب وقت رشید احمد صاحب کے پیرو مشد میں فرماتے ہیں۔

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں اس لیے عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِم مَّا تَزِرُ وَرَاحَتُ اللَّهِ عَلَىٰ مَتَابِعِهِ ۚ مَن يَتَّقْهُ يَجْعَلْ لَّهِ مَخْرَجًا ۚ وَمَن يَعْصِ أَمْرًا مِّنْهُ يَجْعَلْ لَّهِ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ وَمَن يَعْصِ أَمْرًا مِّنْهُ يَجْعَلْ لَّهِ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ وَمَن يَعْصِ أَمْرًا مِّنْهُ يَجْعَلْ لَّهِ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ وَمَن يَعْصِ أَمْرًا مِّنْهُ يَجْعَلْ لَّهِ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ“

سہ :- پتہ الزمر طبع آیت ۵۳۔



عباد کی کہ ہوتی ہے۔

بکرسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جمع صحابہ میں منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رونق افروز ہو کر اپنے عبدالنبی ہونے کا اقرار کیا اور تمام صحابہ غاموش رہے کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوئی گویا یہ بات سب صحابہ کو مقبول ہے الفاظ یہ ہیں۔

قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت

عبداً وخادمه

تحقیق میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور تھا میں آپ کا بندہ اور خادم۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطبہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی "ازالۃ الخلق" میں نقل کیا ہے یہ الفاظ وہاں بھی موجود ہیں۔ عبد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے سے بیزار ہی تو عبد اللہ ہونے سے بیزار ہی ہے جو عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں وہ عبد اللہ بھی نہیں جو عبد اللہ نہیں۔ اس کے عبد شیطان ہونے میں کیا شک ہے اور دیوبندی ہونے کا بھی یہی معنی ہے کہ شیطان کے بندے۔ اس یہودہ گردہ کا ہر فرد دیوبندی ہونے پر فخر کرتا ہے اور عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے سے بیزار ہے۔

نوٹ :- یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال عبد اللہ ہونا ہی ہے اور امت اجابت کے لیے سب سے بڑا کمال عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونا ہی ہے۔ اس سے بڑا کمال کوئی نہیں

سے۔ شفاء العروق ص ۱۸۸۔ سہ۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۱۸۸۔

اور یہ کمال ولایت کے تمام درجات کو حاوی ہے خان صاحب کو اتنا بھی شعور نہیں کہ وصفت عبد المصطفیٰ سے بیزار ہی تو تمام صحابہ سے بیزار ہی ہے اور تمام اولیاء کرام سے بیزار ہی ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بیزار ہی ہے کیونکہ ان کے عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے میں کس کو شک ہے اگر توجہ شک ہو بھی تو کمال قیامت کے روز شک دور ہو جائے گا۔

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال :- بعض بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندے کا بندہ نہ ہو خداوند طے تو یہ کلمہ کیا ہے۔

جواب :- اس کے معنی درست ہیں۔ رشید احمد گنگوہی علیہ السلام

رشید احمد جو کہ خان صاحب گنگوہی کے نزدیک قلب الوقت ہیں۔ اس کے جواب سے ثابت ہوا کہ کوئی دہلی بھدی عبد اللہ بھی نہیں ہے جبکہ عبد اللہ نہیں۔

تشہد میں حضور نبی اکرم علیہ السلام کو صیغہ منیٰ طبعی

خطاب کی وجہ

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"بعضی از عرفا گفته اند کہ این خطاب بہجت سرمان حقیقت مستدیر

است در ذرات موجودات و افراد ممکنات پس آن حضرت در ذوات

سہ۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸۸۔ سہ۔ رسوید النواظر ص ۱۸۸۔



مصلیٰ موجود و حاضر است پس مصلیٰ باہر کہ ازیں معنی آگاہ باشد  
 و ازیں شہود و غافل نہ ہوتا ہوا قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد  
 یعنی عارفین میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حضور  
 کی حقیقت تمام موجودات کے تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے اور  
 نبی اکرم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود ہیں پس نمازی کو چاہیے اس حقیقت اور  
 شہود سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب و اسرار معرفت سے منور اور فائز ہو۔  
 اہل سنت نے اس صیغہ خطاب سے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
 حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے خان صاحب گنگوڑی اس کا جواب  
 یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت  
 ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم  
 انبیاء میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے یہ سئل  
 یعنی اہل سنت کا تشہد میں خطاب سے استدلال ہرگز درست نہیں۔  
 میں عرض کرتا ہوں کہ خان صاحب اس روایت کی حقیقت سے بالکل  
 ناواقف ہیں ورنہ اس کا یا اس جیسی دیگر روایات کا سہارا لیتے۔

امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اما قول ابن مسعود قلنا فتول فی حیاۃ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علیک ایہا النبی فلما

قبض علیہ السلام قلنا السلام علی النبی فہو روایت الیہ  
 عوانہ و روایت الجنادی الا صحیح متفقاً بکثرت ان ذالک لیس  
 من قول ابن مسعود بل من قول الراوی عنہ و لفظہا  
 قلنا قبض قلنا السلام یعنی علی النبی فتولنا قلنا السلام یعنی اللہ  
 اللہ یہ استعود تاہم عن مکان علیہ فی حیاتہ و یحتمل انہ اراد عرضا عن  
 الخطاب و اذا احتمل اللفظ لیسبق فیہ دلالت کذا ذکر ابن  
 حجر

ترجمہ :- لیکن ابن مسعود کا قول کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات  
 میں السلام علیک ایہا النبی پڑھتے تھے جب آپ کی وفات  
 ہو گئی تو ہم نے السلام علی النبی پڑھا یہ ابی حوانہ کی روایت ہے  
 اور بخاری شریف کی روایت زیادہ صحیح ہے اُس سے جس نے  
 بیان کیا کہ یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہے بلکہ اس کو روایت کرنیوالے  
 سے سمجھا ہے اور اُس کے الفاظ ہیں کہ جب آپ وفات پا گئے  
 (راوی کا کہنا ہے) ہم نے پڑھا سلام ہو یعنی نبی پر و اسلام علی النبی  
 پڑھا اس میں احتمال ہے کہ مراد اُن کی یہ ہے کہ ہم اسی طرح پڑھتے  
 رہے جس طرح آپ کی حیات میں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے  
 کہ مراد اُن کی یہ ہو کہ ہم نے وفات کیجہ صیغہ خطاب عرض کیا اور جب  
 لفظ میں احتمال ہو تو اس میں ولایت باقی نہیں رہتی اسی طرح ذکر کیا  
 ابن حجر نے فتح الباری میں۔



لہذا یہ روایات اہل سنت کو مستر اور خان صاحب کو مفید نہیں۔

## خان صاحب لکھنوی کا مدارج النبوت اور احیاء العلوم کی عبارت کو نہ سمجھنا

سبحۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

واحضرو فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ

الحکیم و قل سلام علیک ایھا النبی

ترجمہ :- یعنی اپنے قلب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کو حاضر  
کر اور کہ سلام علیک ایھا النبی۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تتمہ مدارج النبوت  
جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اور او دود و نیز ست بروے علیہ السلام و باش در

حال ذکر گویا حاضر است پیش تو

ترجمہ :- ذکر کر اور درود پڑھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حالت

ذکر میں ایسا رہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے حاضر ہیں۔

خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں اقرار کیا ہے۔

”دل میں حاضر اور تصور باندھ کا معنی تو جانتے ہی ہوں گے اگر جناب

سنت :- احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۲۹۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی طور پر حاضر و ناظر میں تو دل میں حاضر کرنے  
اور تصور باندھنے کا کیا مطلب ہے اس کو اسی طرح سمجھئے جیسے آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعبدوا ربک کا نیک انداز کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس  
طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہے ہو۔

خان صاحب نے امام غزالی اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کی عبارت کا مطلب  
سمجھانے کے لیے حدیث شریف کا جو جملہ تحریر فرمایا ہے اُس نے اہل سنت کے  
معتقدہ ہی کی تائید کی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ  
کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہے ہو یہ اس چیز کے پیش نظر ہے  
کہ نمازی ہر گاہ خداوندی کا پورا پورا ادب رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے  
حاضر ہوں۔ کیونکہ حجاب صرف نمازی کی طرف سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے۔ اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر ہے۔ اسی طرح امام غزالی اور شیخ محدث دہلوی  
نے عوام کو بارگاہ رسالت کے آداب کو ملحوظ رکھنے کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ جب  
ذاکر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل میں یا سامنے حاضر یقین کرے گا  
تو آداب بھی ملحوظ رہیں گے۔ امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نبی اکرم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول میں ایک قدر مشترک ہے۔ وہ آداب کا لحاظ ہے۔  
سو اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو لحاظ ادب پر معنی وارد۔  
لہذا اس قدر مشترک نے یہ بات ثابت کر دی کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و موجود ہیں۔ حجاب اگر ہے تو ذاکر اور نمازی کی طرف  
سے ہی ہے ورنہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی حاضر موجود نہیں۔

سنت :- تفسیر النواظر ص ۱۶۔



نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی دیکھنے کا قصور باندھنے کو ارشاد فرمایا ہے۔  
یہ بات خوب یاد رہے کہ کسی ذات کا نظر نہ آنا عدم موجودگی کو مستلزم نہیں لیکن  
پاس ادب موجودگی کو مستلزم ہے۔

## گکھڑوی کا مُصنّف انوار ساطعہ پر بہتان

خان صاحب گکھڑوی کا مُصنّف "انوار ساطعہ پر" بہتان کہوہ "یا" حرف  
نڈا سے حاضر و ناظر سرزد لینے والے کو کافر اور شرک سمجھتے ہیں۔  
حالانکہ خان صاحب نے انوار ساطعہ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں  
یہ جملہ موجود ہے۔

"کیا ضرور کریں کہ وہ شخص خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے؟"  
بیشک صرف انوار ساطعہ کے مُصنّف کا ہی نہیں بلکہ ہمارا سب کا یہ عقیدہ  
ہے کہ مخلوق کے کسی فرد کو کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا شرک و کفر  
ہے۔ "یا" حرف نڈا سے پکارنا تو صرف نجدیوں کے نزدیک ہی شرک اور کفر ہے  
کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ "یا" حرف نڈا کا استعمال صرف حاضر و ناظر ہی کے لیے ہوتا  
ہے۔ اہل سنت میں سے "یا" حرف نڈا سے حاضر و ناظر کسی نے بھی منکر نہیں کیا۔

## گکھڑوی کا تحریف منہقی احمد یار خاں حسنا و انتہا پر بہتان

خان صاحب لکھتے ہیں، فریق مخالفت ایک حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمیشہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے، حدیث مسلم جلد  
۳۳ اور مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۴۱ وغیرہ میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جناب  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ زود ہی فی الارض حتی رایت مشارقہا و مغاربہا۔  
ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا جہاں تک کہ  
میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔

یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے فقیر العصر قبل مفتی صاحب نے تو  
اس حدیث شریف کو علم غیب کے باب میں نقل فرمایا۔

اس دروغ گوئی کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں، اس حدیث سے  
یہ کب اور کیوں کر ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت زمین پر  
ہر چیز کو دیکھتے رہتے ہیں یا اب بھی دیکھتے ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت بھی کب اس حدیث پاک سے یہ مدعا ثابت  
کرتے ہیں، اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ طائفہ دیا بیہ کب ایمان لانے والے  
ہیں اگر ایمان لانے کو تیار ہوں تو ہم ایک دوسری حدیث پاک سے اس مدعا  
کو ثابت کر دیتے ہیں۔

## حافظ احادیث ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ + دیکھنے والی حدیث + حضور ناظر صلا + صلا + توبہ الزور صلا +



ان الله قد دفع لي الدنيا ذات النظر اليسار ما هو كمن  
يضيء لي يوم القيامة كاشفا الظلمة كفي هذا  
ترجمہ :- طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا سے عجایب اٹھا  
دیا ہے اور میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہوگا قیامت تک دیکھ رہا  
ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

کیوں ہی اخوان صاحب اس حدیث پاک میں اُنْظُرْ تو مضارع کا صیغہ  
ہے جو کہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یعنی میں دیکھتا ہوں اور  
دیکھتا رہوں گا۔ یہ بات بھی طوطا خاطر رہے کہ جس طرح ہتھیلی میں سے کچھ بھی  
آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا اور اس میں ہونے والے واقعات  
میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد پھر خان صاحب لکھتے ہیں  
نیز یہ بھی طوطا خاطر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے  
زمین سیٹی گئی تھی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا تھا کیا اگر  
آپ لاکھ دو لاکھ کے مجمع کو دیکھتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ  
ہر آدمی کو اور اس کے تمام اعضا حتیٰ کہ سر اور دائرہ می کے ایک ایک ہل کو  
بھی دیکھا کرتے ہیں؟ یا کسی پہلو کو اگر آپ دیکھتے ہیں تو کیا اس کے ایک ایک  
درخت کی ایک ایک ٹہنی اور ٹہنی کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھا کرتے ہیں۔  
کہنے کو تو یہ ہی کہا جائے گا کہ میں نے ایک بھاری مجمع کو دیکھا اور ایک ہڑا

پہاڑیا باغ دیکھا۔

بہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھانے اور نبی  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کو عام لوگوں کے دیکھنے پر قیاس کرنا کہاں کی  
ایمانداری ہے۔ لیکن خان صاحب مجبور ہیں کیونکہ اس طائفہ ضار کے گرو گشتاوں  
کی تعلیم ہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قہار سے درمیان کوئی فرق نہیں  
جیسے تم انسان ویسا ہی نبی۔

خان صاحب کہتے ہیں۔

خال صنا کا ایک اور شہریان ۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی جن کی مجلس اور گول

مبارت سے فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجلس میلاد میں حاضر  
ہونے پر استدلال کیا کرتا ہے۔ ثمود شریعت نجد الفکر ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ  
ابتدا صیح طور پر ثابت ہو جائے کہ لیلۃ الاسراء وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کو اس وقت جتنے بھی آدمی روئے زمین پر موجود تھے دکھائے گئے تھے  
اور آپ نے ہر ایک کو دیکھ لیا تھا تو چاہیے کہ ان لوگوں کو بہنوں نے آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا تھا صحابی کہا جائے اگرچہ انہوں  
نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ اور حقائق بھی نہ ہوئی ہے۔  
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روایت (دیکھنا) ہوئی ہوگی۔  
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر آپ نے اس وقت ہر آدمی کو دیکھا تھا تو حافظ  
الحدیث کو اگر مگر کے الفاظ استعمال کرنے کی کیا مسیبت پڑی ہے نیز جب آپ  
کی زندگی میں ایمان قبول کرنے والے صغیر بنی ٹھہرے اگرچہ دو طرفہ روایت یہی



آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روایت ہوئی تھی پھر وہ معلوم حافظ امین  
کو ان کے صحابی ہونے میں کیا تردد؟ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا  
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانتے اور مانتے والے خود  
صحابی بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جواب :- خان صاحب کی اس نقل کردہ عبارت اور ان کے دعویٰ کو  
غور سے پڑھیں اور شرح تخریج الفکر کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں شرح  
شرح تخریج الفکر کی اصل عبارت یہ ہے۔

لکن ان ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة  
الاسراء کشف عن جمیع من فی الارض خراہم ینبغی  
ان بعد من کان موثباہ فی حیاتهم اذناک وان  
لہو بلاقۃ فی الصحابة لحصول الرویۃ جانبہ  
صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معراج کی رات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے لیے ظاہر کیا گیا جو لوگ بھی زمین پر تھے پس آپ  
نے اُن کو دیکھا سو چاہیے کہ جس شخص نے آپ کی بیعت میں بیان  
قبول کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کی ہو۔  
صحابہ میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
طرف سے تو روایت ثابت ہے۔

یہ بات حافظ مستقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سہ :- تسوید الزواجر سہ :- شرح شرح تخریج الفکر صفحہ قدیم نسخہ۔

کے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے کہ امام نووی کہتے ہیں کہ جو لوگ  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان لائے آپ کی صحبت نہ پائی اور نہ  
زیارت کی ایسے لوگوں کو ابن عبد البر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب دیا  
ہے کہ پھر تو وہ لوگ بھی صحابہ میں شمار ہونے چاہئیں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے معراج کی رات دیکھا اور وہ آپ کی زندگی میں ایمان بھی لے آئے حالانکہ  
ایسا نہیں ہے کیونکہ صحابی کی صحیح تعریف حافظ مستقلانی نے یوں کی ہے۔

”واصح ما وقفت علیہ من ذالک ان الصحابی من لقی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم موثباہ ومات علی الاسلام۔“

یعنی صحابی وہ ہے جس نے مؤمن ہونے کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پڑھا ہو۔

اگر حافظ مستقلانی نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کا تمام روئے زمین کی مخلوق کو نظر سے دیکھنا تو ثابت ہے لیکن یہ صحیح  
طور پر ثابت نہیں کہ یہ دیکھنا شب معراج کا ہے یا کسی دوسرے وقت میں۔  
تو تاریخین حضرات اس اصل مضمون کو بھی پڑھیں اور خان صاحب کی  
جواب دہ تقریر اور بے دلیل دعویٰ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

اس کے بعد خان صاحب گھڑوی یوں لب کشائی فرماتے ہیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک حدیث کے پیش نظر صراطِ مستقیم وغیرہ  
میں صوفیاء کرام کی ایک اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوئے یہ لکھا ہے اور یہ حدیث

سہ :- اصحاب جلد مسئلہ۔



قدی كنت سمعه الذی یسمع بلم و بصیر الذی یبصر بلم و یبصر  
السمی یبطلش بها ایک اور روایت کی رو سے ولسا له الذی یبطلش بلم  
اسی حالت کی حکایت ہے اس عبارت میں صفات اقرار ہے کہ جب انسان  
خدا فاعل اللہ ہو جاتا ہے تو خدا کی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور سمجھتا اور بولتا  
ہے یعنی عالم کی چیز کو دیکھتا ہے ہر دور نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہی مفہوم  
انفر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان خدا فی اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جائیں  
تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر خدا فی اللہ کون ہو سکتا  
ہے تو درجہ اولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عاجز و ناتواں ہوئے۔ بلعظمہ  
جامع الحق ص ۱۵۹

گھڑوی صدا کا احمقانہ جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصائی  
معتقدہ بتلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا  
فی اللہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ میں حلول کر گئے ہیں، ان میں اور اللہ تعالیٰ  
میں کامل اتحاد ہو گیا ہے

جواب: ”سبحان اللہ“ خان صاحب جہالت کے پتلے ثابت ہوئے،  
نصاری کا جو عقیدہ لکھ رہا ہے کیا اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے  
سکتے ہیں کیا کسی مفسر قرآن نے یہ بات کہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

شہ ۱۔ تفسیر الزواجر ص ۱۵۸ شہ ۲۔ تفسیر الزواجر ص ۱۵۹

شہ ۳۔ پت المائدہ شیخ آیت ۱۷

خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔  
ترجمہ: ”تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ توحید ان  
مریم میں حلول کر گیا ہے۔“  
مبے جیاباش ہرچہ خواہی کن کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی فرد مخلوق میں  
حلول کرنے کا عقیدہ رکھنا اور بات ہے جو کہ مسیح کفر ہے اور مخلوق کے کسی فرد  
کا خدا فی اللہ ہونا اور بات ہے جو کہ عین مطلوب خداوندی ہے اس امر کی تحقیق  
ہم اس طائفہ فساد کے گھر سے ہی پیش کر دیتے ہیں۔

## شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

فان العبد بعد الفناء المطلق الذی هو فناء الذات وفناء  
الصفات یضع علیہ وجود الحقانی حتی یتشرف بذلك  
الوجود بالادعاء الإلهیة ویخلق بالاحدوق الربانیة  
وفي هذا المقام یعتقد مرتبة لی یسمع وی یبصر وی  
یبطلش وی یمشی وی یعقل

ترجمہ: ”پس بیشک عابد کو بعد فناء مطلق کے جو کہ فنا ذات اور صفات  
ہے وجود حقانی کی خلعت عطا ہوتی ہے کہ بندہ اس خلعت کی  
وجہ سے اوصاف الہیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس میں خلایق  
رہائی پیدا ہو جاتے ہیں، اس مقام میں پہنچ کر پھر حدیث کے معنی

شہ ۱۔ تفسیر الزواجر ص ۱۵۸ شہ ۲۔ انبیاء فی سلسل اولیاء ص ۱۵۸



محقق ہوتے ہیں کہ محمد سے سنا محمد سے دیکھتا محمد سے پہنچتا اور محمد سے پہنچتا اور محمد سے پہنچتا ہے۔

اب خان صاحب بتائیں کہ جو معنی حدیث قدسی کے مفتی احمد یار خاں صاحب دامت برکاتہ نے بیان فرمائے ہیں وہ معنی شاہ ولی اللہ صاحب سے منقول ہیں یا نہیں اگر مفتی صاحب صوفیاء کرام کی اصطلاح کو نہیں سمجھے تو کیا شاہ ولی اللہ صاحب بھی جاہل ہیں اور یہ تحقیق بھی ولی اللہ صاحب کی پتی نہیں بلکہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں، کیا خان صاحب کے فتویٰ کفر کی زد میں یہ دونوں بزرگ آتے ہیں یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً ہے تو حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کا قصور کیا۔

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں

فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ذیل کی حدیث سے قیاس کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت ایک مرتبہ حضرت بلال سے پوچھا کہ تم نے اسلام میں کونسا مقبول کام کیا ہے؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی ہے!

جواب :- جو کہ خان صاحب نے اپنی تحریر میں قیاس کرنے والے کا ذکر نہیں کیا لہذا ہر کس و ناکس کی بات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

خان صاحب انتہت کی بارہویں دلیل کے جواب کے عنوان سے کہتے ہیں۔

فریق مخالفت کہا کرتا ہے کہ ایک حدیث اس مضمون کی آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے کان دینے میں جو آدمی محمد پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ اس کے لیے ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ لڑتی ہے تو جنت میں جو اس کی آواز کو سن لیتی ہے اور اس لڑائی کی عورت کو کہتی ہے، اپنے خاوند کو تکلیف نہ دے تیرا تو مقبور ہے دن کا مہمان ہے اصل میں وہ تو میرا خاوند ہے بلکہ جواب :- خان صاحب سے جب ان دونوں حدیثوں کا جواب نہیں پڑا تو ملک مار کر یہ کہہ دیا کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل سند نہیں۔ حدیث اول کی عبارت اور شارحین کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث ثعلبیہ کو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور سراج منیر شرح جامع صغیر میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتا ہے۔

ان اللہ ملکا اعطاء سمع العباد ای قوۃ یقدر علیہا علی سماع ما یطرق بہ کل مغلوق من النس وجن وغیرہا فی امی موضع کان فیس من احد یوصل علی الابلغیہا

یاشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت



دی ہے جس سے تمام مخلوق کی باتیں سنا ہے خواہ انسان ہو یا جن یا ان کے سوا اور چاہے کہیں بھی، پس جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیتا ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے عمار بن یاسر سے اور فرمایا شیخ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کے متعلق خان صاحب کی ساری ٹیپیں ہیں جہاں منثورا ہو کر رہ گئی اور السراج النیر کے غشی نے تو اس طائفہ و بابہ کی خوب جڑ کاٹی ہے وہ اس حدیث پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔

(تولہ ملکہ) ای واقفا علی قدیمی یبلغنی صلوة کل احد باسمہ و اسم ابیہ و ہذا لا یناف ان غیرہ یبلغہ ذالک کالماء فکلمۃ لا غین یعنی فرشتہ کھڑا رہے گا میری قبر پر پہنچاتا ہے مجھے درود ہر ایک کا اس درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی ذکر کرتا ہے اور یہ منافائی نہیں اس کے کہ دوسرے فرشتے بھی درود پاک پہنچاتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ کیا شان عطا فرمائی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردلی کو کہ وہ جانتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس کا بیٹا ہے۔

دوسری حدیث ابن ماجہ باب فی الصلوٰۃ توذی ذو جہا میں ہے پر موجود ہے جس کے راویوں میں ناقدین نے کلام کیا سو اگر اس حدیث کو سب سے کم درجہ دیا جائے تو صرف یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ناقدین میں سے سب سے متشدد ابن جوزی ہیں جو کہ ایک متولی شہر پر بھی حدیث کو موضوع قرار دے دیتے ہیں ان ہی ابن جوزی نے ابن ماجہ کی چترتیں احادیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے لیکن یہ حدیث ان میں شمار نہیں۔ ابن جوزی کے علاوہ بھی اس حدیث پر حواشی منثور

اور باطل ہونے کا حکم لگایا ہے یہ حدیث ان میں بھی شامل نہیں۔

لہذا یہ حدیث موضوع اور باطل نہیں باقی راضعت کا درجہ سو باب فضائل میں ضعیف حدیث کے مثیل ہونے پر اس حدیث کا اتفاق ہے اور جو کوئی ابن ماجہ کی احادیث کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ماتن ابیہ الحارثی محمد عبدالرشید نعمانی کی تصنیف کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب نے اپنی کتاب تسوید النواظر میں پر موصیہ الدنیا کی حدیث کے بارے میں جو دھوکا دیا ہے اس پر ہم اپنی کتاب میں ہر مواخذہ کرتے ہیں۔ توضیح حدیث کہ سنتے ہیں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود درود پاک برورد فرمے۔

خان صاحب گمشدہ جو الہامی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔ خانی اسبع صلواتک علیہ واسطۃ یعنی میں تمہاری طرف سے درود کو بلا واسطہ سنتا ہوں تو یہ بالکل بے سند اور بے اصل ہے ایسی بے پروا روایتوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

جواب ۱۔ میں کہتا ہوں کہ کسی دینی مجاہد کے کہنے سے تو کوئی روایت بے سند اور بے اصل نہیں ہو سکتی جب کہ ائمہ کرام سے اس کا بے اصل ہونا ثابت نہ کیا جائے۔

امام علی نور الدین جلی صاحب سیرہ علیہ اپنے رسالہ تعریف الی الاسلام والایمان جو کہ جواہر البحار جلد ثانی ص ۳۷ پر درج ہے لاشا و فرماتے ہیں۔ ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و تعالیٰ کل منکاتبہ۔



النبي صلى الله عليه وسلم يبلغه الصلوة والسلام من  
المصلين والمسلم عليه وانت ليلة الجمعة ويوم  
يسوع ذاك بنفسه ويبدو بكل حال

ترجمہ: ہر صبح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہ آپ کو صلوٰۃ و سلام پہنچاتا ہے جمعہ کی روز و شب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود سنتے ہیں اور ہر حال جواب دیتے ہیں۔

انصاف قارئین کرام خود فرمادیں کہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور خان صاحب گھڑوی فرماویں کہ بے اصل اور بے سند ہے ثابت ہوا کہ آئمہ دین کے نزدیک اس حدیث کی اصل اور سند ثابت ہے اور سند ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سند سے ہے ہی نہیں۔ خان صاحب خود جمعہ کے روز اپنے وعظ میں ہمیشہ حدیثیں بیان فرماتے رہتے ہیں کیا ہر حدیث کی اصل اور سند بھی پڑھ کر سناتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی تمام احادیث بے سند نہ کہیں تو کیا مشکوٰۃ غیر معتبر ہے۔

خطبہ دلائل الخیرات میں یہ روایت موزوں  
دلائل الخیرات کی روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سمع صلوة اهل محبتی و اعرفهم میں محبت والوں کے درود شریف کو خود سنتا ہوں۔ خان صاحب فرماتے ہیں یہ بھی بے سند اور بی کیفیت روایت اور جعلی و من گڑبست ہے۔

۱۔ جامع البیہار علیہ ص ۱۲۰ ۲۔ تسویر النواظر ص ۸۵

جواب: ہر خان صاحب دلائل الخیرات اور اس کے مولف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور شان سے بالکل جاہل ہیں ورنہ اس حدیث شریف کو جعلی اور من گھڑت قرار نہ دیتے ہم مولف دلائل الخیرات کا مختصر حال عرض کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات کے مولف عارف کامل ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان ابن ابی کبر بن سلیمان الجزولی المعروف الماسکی رضی اللہ عنہ میں مزارع الحنات شرح دلائل الخیرات میں مولف کا مختصر تذکرہ یوں مذکور ہے۔

مولف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب فلک فضل و کمال مرکزہ دائرہ شرف اہلال سلاسل خاندان نبوی سید حسینی مولانا سید عبد اللہ بن سلیمان جزولی و شہنشاہی کہ از بلاد مغرب است تحصیل علوم و کمالات نمودہ و در آن شہر مقتدی اہی اکابر و علمای کرام بودہ و تالیف کرد و آنجا کتاب دلائل الخیرات۔

لیکن آپ کے زمانہ کے علماء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت میں کلام نہیں کیا۔ مولف کا وصال آٹھ سو بیس صدی ہجری میں ہوا ہے آج تقریباً چھ سو سال گزر گئے کہ یہ کتاب بابرکات علماء و دانشمندان اور اولیاء کاملین کے اوراق میں داخل ہے اور ان میں سے بھی کسی کو اس روایت میں کلام نہیں اور بڑے بڑے اہل علماء اور صوفیاء نے اس کی شرح بھی کی ہے جن میں الشیخ محمد المہدی القاسمی جو کہ ۱۱ صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ اور محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی بھی ہیں۔ کسی شارح نے بھی اس روایت پر بحث نہیں کی۔ بالخصوص اس عالم و بابیہ کے پیشوا حاجی اولاد مبارک نے خود بھی اس کتاب کو اپنے اوراق میں شامل رکھا اور مریدین کو بھی تلقین فرماتے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اقباب فی سلاسل کے آخر میں اس کی

۱۔ شہنشاہی احوال ص ۱۰۰



سند یوں لکھی ہے۔

امام لائل الخیرات فاضل نابہ شیخنا ابو طاهر عبد  
الشیخ احمد النخلی عن سید عبد الرحمن الادویسی الشیخ  
یالمحجوب عن ابیہ احمد عن جدہ محمد عن ابی  
جدہ احمد عن مؤلف السید الشریف محمد بن سلیمان  
الجزولی رحمۃ اللہ علیہ۔

ترجمہ :- دلائل الخیرات کی ہم کو اجازت ہمارے شیخ ابوطاہر  
نے انہوں نے شیخ احمد نخلی سے انہوں نے سید عبد الرحمن ادویسی  
سے جو کہ محبوب مشہور ہیں انہوں نے اپنے باپ احمد سے انہوں  
نے اپنے دادا محمد انہوں نے اپنے باپ کے دادا احمد  
سے انہوں نے دلائل الخیرات کے مؤلف سید شریف محمد بن  
سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے۔

اب ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ولی اللہ صاحب جیسے  
فہمشت اور ان کے شیوخ میں سے کسی نے اس حدیث کو رد کیا ہے؟ نہیں  
ہرگز نہیں۔ من ادعیٰ فحییہ البیان۔ لہذا اس حدیث کی سند اور اصل علماء  
دارین اور موقیہ کامین اور محدثین عظام کے نزدیک ثابت ہے۔ چھ سو سال  
میں صرف خان صاحب ہی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو بے سند  
بلے اصل، من گھڑت قرار دیا ہے۔ فاعتبروا یا اعداء اللہ البصائر۔

لے :- انتہاء فی سلاسل اولیاء ص ۱۳۔

## قصید النعمان کے متعلق خان صاکی لن ترانی

خان صاحب فرماتے ہیں، یہ قصیدہ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت  
ہے۔ حضرت ابو نعینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے۔ بغیر تصانیف  
کے ان کی اپنی دنیا میں کوئی تصنیف ہی نہیں ہے۔

جواب :- بندہ عرض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی بھی  
امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیفات سے منکر نہیں ہوا صرف بعض معتزلہ  
نے انکار کیا ہے سو وہ اعتبار کے قابل نہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

فتہ اکبر کتاب العالم والمعلم کتاب الاوسط کتاب الوصیۃ کتاب المقصود  
یہ کتابیں اتنی مشہور ہیں کہ سند کی محتاج ہی نہیں لیکن اگر خان صاحب  
ان کی سند ضرور دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو قاضی البزید الدبوسی کی کتاب الزکاة  
کے باب زکاة الخارج اور ابو ہریرہ الغزالی کی کتاب الطہارۃ کے باب الخیض  
اور ابو ہریرہ الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدة اور ابو المنصور ہمدانی کی  
کتاب الزکاة کے باب زکاة السوائم اور کتاب الوکالت کے باب الوکالت بالبیع  
والشرأ اور ابو الیث سمرقندی کی کتاب النکاح کے باب المہر کا مطالعہ فرمادیں۔ ان  
میں شرح فتہ اکبر قواعد دستیاب ہے لیکن فتہ اکبر کا ایک قدیم نسخہ اور کتاب  
الوصیۃ بندہ کے پاس بھی موجود ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور

لے :- تسویر النواظر ص ۱۵۔



کتاب بندہ کے علم میں ہے جس کا نام زبدۃ الناصح ہے اور اس کا ذکر قزوینی  
بقاؤی علماء العربین میں شیخ عبد الحفیظ بن درویش العجمی حنفی مفتی کرکڑہ نے  
نے صحت پر کیا ہے۔ امام اعظم کا وصال سنہ ۲۰۴ ہجری میں ہوا ہے یعنی دوسری  
صدی ہجری کے نصف میں۔ اس وقت سے لیکر آج تک کسی بھی عالم سے اس  
تقصید کا انکار منقول نہیں۔ لہذا خان صاحب کو اپنی قلت علمی پر آنسو بہانا چاہیے  
کیا اسی مبلغ علم پر تصنیفات کا شوق گدگدایا ہے یا یہ حجاب عارفانہ ہے۔  
نوٹ :- قارئین حضرات کی خدمت میں گزارش ہے ہم نے ان باتوں  
کا جواب عرض کیا ہے جو جواب کے قابل تھیں اور خان صاحب کی لایعنی باتوں  
کا جواب نہ تو ہمارے ذمہ تھا نہ ہی ہم ان کے جوابات کے درپے ہوئے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی راہ ہدایت پر رکھے۔

قصت هذه الشفعة بفضلہ تعالیٰ و بفضلہ و مسولہ الکیم و بیدارکت  
اولیائہ انکاسون - امین شہادین -

اعلان :- اور پے بطور انعام فی حوالہ اس شخص کو دیا جائے گا جو ہمارے  
نقل کردہ حوالہ کو غلط یا اس کی نقل میں خیانت ثابت کرے اور ایک قصہ روپیہ  
اس صاحب کی نذر کیا جائے گا جو ہماری اس کتاب کا لفظ بلفظ جواب تحریر  
فرمادے۔

## تعارف بانی ادارہ اشاعت العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم و سلم علیہ و سلم و علیہ السلام

اعمالہ :- عالم طور پر تہذیبی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر پر وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو  
وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ ان دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔  
لیکن پروردگار عالم نے حضرت مناظر اسلام، مولانا صوفی اللہ و تار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً  
کثیرہ میں ان دونوں خوبوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک بلند پایہ مناظر تھے۔  
وہاں طبعاً ایک صوفی، اصفا اور شیخ طریقت بھی تھے۔ سرمایہ ملت کی نجیبانی میں جہاں وہ گفتار  
کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ  
اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی سزا لائق تصور نظر آئے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے متبعین و  
کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جاتے ہوئے ہے۔

**پیدائش** :- محترم صوفی اللہ و تار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۲ء میں مشرقی پنجاب  
کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے آریہ ہائی سکول سے  
میرٹھ تک تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت کی اور پھر تجارت میں اپنے والد محترم میاں  
مہر الدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کا گھرانہ ضلع گوجرانوالہ میں  
آ گیا یعنی تحصیل دیوار سنگھ کے پاس موضع ڈیوڑھی وڑائیش میں سکونت اختیار کی۔  
یہاں کچھ عرصہ آپ اپنے والد محترم کا شکارشی میں مقیم رہے اور والد ماجد کا اس وقت  
ذریعہ معاش یہی تھا۔

**حصول علم** :- والد محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخ پورہ میں وارد  
ہوئے ایک روز وہاں کے مفتی عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور  
پہچان لیا کہ یہ تو گورنمنٹ ہے مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہوئے اور انکو صوفی صاحب  
کے لقب سے ایذا فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبندیہ



عبدیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد کبر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ان کی نظر  
کیما اثر نے حضرت صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کی اندر خود مراد پوری کر دی کہ ان کے دل  
کی کائنات ہی بدل گئی۔ گفت رو کردار کے تمام لادے اسلامی سانچے میں وصل کئے اور ہر قول و فعل  
پر مشق رسول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوق ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی

نہیں ملنا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

کچھ سرور بھتی علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ کی التماس پر حضرت حاجی شیخ محمد کبر نقشبندی بھنڈی  
رحمۃ اللہ علیہ نے محترم صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کو سلسلہ نقشبندیہ عہد قدیم میں بیعت کر لیا۔ مرمون  
لاکھنؤ چھانگامانگام کے قریب خیر وال میں مقیم آپ نے ساڑھے تین سال مرشد گرامی  
کی خدمت میں رہ کر نازل ملک طے کیے۔ پیر روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بتایا، مناجات اور جہاں  
تک پہنچنا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدانی  
رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۰ء) سے درس نظامی کی ابتدا ہی کتابیں پڑھیں۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں ان کے استادوں میں  
حضرت مفتی اعجاز دلی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) جی منی علیہ السلام  
کو کب علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۴ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی  
محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ فن مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان  
کے مناظرہ عظم شہر پنجاب حضرت مولانا محمد سعید راجپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۱ھ / ۱۹۰۰ء)  
سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرہ عظم کی طرح یہ بھی میدان مناظرہ میں اپنی مثال  
آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گزرا کروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چمکے چھوٹ جاتے تھے۔

**امامت و خطابت** | صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام نے ۱۲۵۵ھ سے ۱۲۶۵ھ تک پورہ  
کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا  
شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۲۹۵ھ تک ستر ستر تائیس اٹھائیس سال تک اس ملاقہ کو زندہ  
برایت و علم و عرفان اور عشق رسول کے ایمان افروز دریا سے میراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

کا رنگ آج بھی ان سے فیض یاب ہونیوالوں پر چڑھا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آپ روزانہ صبح  
کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے جو علمی لحاظ سے بلند پایہ اور ایمان افروز ہونے کے باعث اعلیٰ محبت  
نے کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اب بھی کیسٹ نکال کر آپ کا درس سنا کر سنا جا رہا ہے  
اور مجمع کے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ بنفس نفیس درس دے رہے ہیں، لیکن  
کہاں؟ وہ تو ۱۲۵۵ھ میں مسلمان المبارک ۱۲۵۵ھ میں ملائق ۱۲۵۵ھ میں مسلمان ۱۲۵۵ھ میں مسلمان خداوندی کی  
آغوش میں چلے گئے تھے۔

اب رہمت ان کے مرقد پر کبر باری کسے

حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

## عشق رسول

موروث کی تفسیر جہاں علمی نکات سے بھرپور ہوتی وہاں اس کے اندر  
عشق رسول روح رواں کی صورت میں سرایت کیے ہوئے ہوتا چودھویں  
صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۸ء)  
اور میاں محمد بخش قادری جلیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ نعت خوان حضرت  
کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ حدائق بخشش یا سیف الملوک سے اشعار سنایا کریں۔ سنائیے  
حضرات باذوق ہوتے۔

جب نعت خوانی ہو تو آپ آخر تک مودب بیٹے رہتے اور آخر تک سر جھکا کر  
رہتے۔ نعت خوانی کے دوران بعض اوقات بے خود ہو جاتے اور بعض اشعار پر آپ کی آنکھوں  
سے آنسوؤں کی جھڑی بھی لگ جاتی۔ دراصل آپ کا دل رحمت و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی محبت سے بھر پورا اور آپ کے دل و دماغ میں سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی عظمت و جہت نیرں سمائی رہتی جیسے پھول کے اندر خوشبو اور اسی خوشبو سے مست ہو کر  
زبان حال سے یوں کہتے رہتے تھے۔

تیرے سوا خیال ہی میں تیرے نشر

سمجھاؤ کوئی دیدہ گریاں کی گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ جناب صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



سے کی محبت تھی کہ جو آپ کے نزدیک عشق رسول ہی جانایا ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے کہا  
اور ہر صاحب ایمان کا یہ نظریہ ہے یعنی

بعضی برسا خویش را کہ دین ہر دوست

اگر باو ز سیدی تمام بولہی ست

## علمی ذوق

صوفی اللہ و تبارک و تعالیٰ علیہ کرم سے بے پناہ ملاؤ اور عشق کا بہت  
ذوق تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ دل دار نہیں تھے لیکن ان  
کی فانی لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور خطوط  
بھی ہیں۔ دین بڑی کی تبلیغ و اشاعت اور حق و صداقت کی ترویج کے لیے وہ ہر وقت کوشاں  
رہتے تھے۔ احتیاق حق اور ابطل اہل کے ایسے شیعانی تھے کہ ایک جانب کتابیں کو کر حق  
کی حمایت میں مفت تقسیم کرتے رہتے اور دوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت  
پیش آتی تو صوفی صاحب ہر گز اس سے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرہ کے  
لیے وہ مناظر علم مولانا محمد سرہرچہ صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جواب شاگرد اور مدبر میدان تھے۔

## انفرادیت

یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن علم و دل کے لحاظ سے ان کا  
شمار صف اول کے علماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صوفی صاحب  
کی طرح اپنے علم پر پورے غور سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سنت رسول کے سانچے میں  
ڈالنے والے ملاؤ کو اگر آج پڑا لے کر دھونڈیں تو نہیں ملے۔ آخری وقت تک ان کے قدم علم و  
محمدیہ کی پھر اہل پر ذرا نہیں ڈگمگائے۔ کوئی مصلحت و لالچ یا خوف انہیں حق بات کہنے سے  
باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق و صداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھگڑا یا  
آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صوفی اللہ و تبارک و تعالیٰ علیہ کو غنیمت اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان  
کے قلم و قلم میں تضاد نہیں تھا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ عالم باطل تھے اور اپنے  
خدا و عظم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ ان کا ہر قول و فعل رضائے الہی کے لیے تھا۔ وہ

انتہای رسول کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے اور سنت رسول کی پیروی  
کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شیعانی تھے کہ کوئی مصلحت یا خطر انہیں حق بات کہنے  
سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کی اس روش کے باعث بیگانے تو جھگڑتے ہی ہیں بعض اوقات  
اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ نرم لہجوں کو فائدہ نہیں کہا کرتے تھے  
جیسا کہ سابق وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں  
نے ناجائز قرار دیا تھا۔

## منزل مقصود

عالم دین ہر زمانہ بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزل مقصود نہیں ہے کیونکہ  
شیطان بھی تو بہت بڑا عالم ہے اور اہل سنت کے ملاوہ جتنے  
بھی گمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں  
لیکن وہ سب گمراہ ہیں۔ دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے ملاوہ کو ملائے سدا اور  
شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزل مقصود کی طرف  
جالتے سے قاصر ہیں۔ منزل مقصود یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جس سے سب کو ہر وقت  
قربانیا اور ان بزرگوں کی طرف عمل کیا جائے اور عمل محض اخلاص کے ساتھ ہو یعنی اس سے مقصود محض اپنے  
پیارے گھریلو کو لائے کر اور کوئی دنیاوی غرض اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

ملائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قسط الرجال کے اس زمانے میں اخلاص کے ساتھ  
عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے  
تو اس دور کے اکثر علماء دنیا داروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس  
کے لہا دوں میں چلنے پرے ان محبتوں کو خدائے ذوالنن ہدایت بخشنے جیکہ یہ بزرگ جن کی  
بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سراپا گنہگار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں  
لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنائے رکھتے ہیں بہت  
ہی خوش ہیں اور میر اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ جن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم  
قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم خود جانی منزلوں کو طے کر رہے



ہیں۔ یعنی ا-

وہ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے

امیر کا روال بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

پچھلے زمانوں میں لوگ علمی و روحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اتنے ہی اسلامی رنگ میں رہتے جانتے تھے اور مقدس اسلام کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمبردار جو علم پر میر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مقاصد کی خاطر غافل بن کر گم کردہ منزل پر چلے گئے ہیں ان کی زبانوں پر خالی اللہ اور خالی رسول اللہ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صریح کلمائے کھانے کے لیے کاروباری طور پر ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہیں جن کی یہ تک وہ دھمیں اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے علماء کے نزدیک ہوتے ہیں اور ان کے قول و فعل کا اقتدار ان کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلام الہی کی آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں، لیکن ملی میدان میں یہ ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ اللہ اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں، کیا غریب خدا اور خطرہ روز جزا کا ان کے دلوں میں کوئی تصور موجود ہے؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ یقیناً اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے وقت امیر اور دروہ بھرے لہجے میں بیان کرتے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھٹک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کہتے ہی حضرات ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصور یہ کا دوسرا رنگ اتنا بھیانک کیوں ہے، اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جھوٹی بزرگی کا سکہ جمانے اور دکان چکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال ان جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں؟ عوام الناس میں سے جو ان کے قول و فعل کا اقتدار دیکھ پا کر اسے وہ زندگی میر ان کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں کرتا، یوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لائق ہو جاتا ہے یا مگر وہ فرقوں کے علماء اسے

اپنے حال میں چٹا لیتے ہیں عوام الناس کے اسلام سے لائق ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے۔

واعمال کیں جلوہ بر خندہ لب منبری کنند

چوں بملوت می روند آن کار و دیگری کنند

حضرت صفوی اللہ و تبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہل سنت کا جان و دل سے اعزاز کرتے اور تلامذائے کرام میں سے مفتی اعظم پاکستان قبلہ ابوبکر کات ستیا احمد شاہ (المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) محدث علم پاکستان مولانا سرور احمد لاہوری (المتوفی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) صاحب علم پاکستان مفتی احمد یار خاں گجراتی بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) مفتی محمد بن الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) مولانا عبد الغفور مزاروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے، علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علم پر کے وارث ہیں۔

**تصانیف**

صفوی اللہ و تبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر میں مثنیٰ کی تسلیح و اشاعت میں گزاری، ان کا درس قرآن کیتوں کی شکل میں محفوظ ہے، کیا ہی اچھا ہر کورسے درس کر کیتوں سے صفحہ قرعاس پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہل سنت و جماعت کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اور دل جانے موصوف کی جو تقریریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں مگر انہیں بھی شائع کروادیا جائے تو اچھی بات ہے مجترم صفوی صاحب نے جو کتابیں احقاق حق اور باطل کی غرض سے لکھیں اور شائع کرائیں انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے چند رسائل کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) تنویر الخواطر بتحقیق الخاوندان نظر

(۲) تحفین القواطر مولوی محمد سرخشاہ گھڑاوی صاحب کا رد۔



## حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

علیم المرتبت ذی شان مجدد الف ثانی ہیں  
 ہے شاداب شکست آپ کے دم سے ریاض ہیں  
 بولہم روئے نور ہر دل حق آفسرین و املا  
 میاں کیوں کو بہوں اسرار توحید و ہدی سب  
 ہر دل نور معنوی ہے شکست آپ کی موت  
 تلوں سر آپ کے در پر کیوں ہوتے سلاطین بھی  
 ہے سعادت حدیث پاک سے روشن دل حضرت  
 تلوں سر مقدس آپ کے آئینہ وحدت  
 نواز فرقت طہر سے خوش چمک نے ان کو  
 میں ہر نام نبی ام گرامی حضرت احمد  
 خدا تجھ پرین مسطقی کے عاشق صادق  
 حدیث عشق کا عنوان مجدد الف ثانی ہیں

ابوالطاهر خدا حسین خدا

(میرا حق ماہنامہ مہر و ماہ لاہور)

(۱۳/۳/۳۷) ای ڈی ایل لکھنؤ اندرون نوری گیت لاہور

## کروروں دُرو

کعبہ کے ہاں الٰہی تم پر کروروں دُرو  
 شافعی و زیدی تم پر کروروں دُرو  
 اور کوئی طیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا  
 دل کہہ خشتہ امراؤہ کعبہ پا چاند سا  
 تم پر سلیف و خلیفہ کیلئے ذہ دشمن غدیت  
 گرچہ میں ہے حد قصور تم ہو عضو و غفور  
 تم ہو شفاء مرض خلق خدا خود بخود  
 خلق تمہاری بسمل خلق تمہارا بسمل  
 طیبہ کے ماہ تمام بچلہ رسل کے امام  
 خلق کے عالم ہو تم رزق کے قائم ہو تم  
 جاہیں نہ جب تک غلام ملک ہے سب حرم  
 برستہ کرم کی بھرن چھو لیں نعم کے گرم  
 کیوں گویں بیکس توں میں کیوں گویں بس توں میں  
 کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ  
 ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی  
 طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروروں دُرو  
 دافع جہلہ بلا تم پر کروروں دُرو  
 جب خدا ہی چھپا تم پر کروروں دُرو  
 سینہ پر رکھ دو ذرا تم پر کروروں دُرو  
 تم ہو تو پھر خوف کیا تم پر کروروں دُرو  
 بخش دو مجرم و خطا تم پر کروروں دُرو  
 خلق کی حاجت بھی کیا تم پر کروروں دُرو  
 خلق تمہاری گدا تم پر کروروں دُرو  
 نوشہ ملک خدا تم پر کروروں دُرو  
 تم سے ملا جو ملا تم پر کروروں دُرو  
 ملک تم ہے آپ کا تم پر کروروں دُرو  
 ایسی چلا دو ہو تم پر کروروں دُرو  
 تم ہو میں تم پر خدا تم پر کروروں دُرو  
 تم کہو اس میں آتم پر کروروں دُرو  
 کوئی کمی سہرا تم پر کروروں دُرو

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راہنی کھے

ٹھیک ہو نام رضا تم پر کروروں دُرو



## ۳۱ درود حل مشکلات

یہ درود مشکلات کو آسان کرنے کے لیے بہت مؤثر ہے اسی لیے اسے درود حل مشکلات کہا جاتا ہے اکثر بزرگوں نے اسے مشکل کے وقت پڑھا۔ ابن عابدین نے اپنی کتاب فتویٰ شامی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ دمشق کے مفتی حامد آفندی سخت مشکل میں گرفتار ہو گئے وہاں کسیران کاوشن ہو گیا وہ بے مدد پریشان ہوئے رات کو جب آنکھ لگتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے تسبیح دی اور یہ درود سکھایا کہ جب تر اس کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کر دے گا جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔ ابن عابدین نے کہا ہے کہ میں نے ایک فتنہ عظیم میں اس درود پاک کو پڑھا شروع کیا ابھی دوسو مرتبہ میں پڑھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے اطلاع دی کہ فتنہ ختم ہو گیا ہے انہوں نے مزید کہا ہے کہ مجھے یہ درود شیخ عبدالحکیم کی کتاب سے ملا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا

اے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حَبْلَتِي أَدْبَارَ كُنِّي

اور برکت بھیج یا رسول اللہ میری سفارش کیجئے میرا جیلہ اور کشش

يَا رَسُولَ اللَّهِ

تنگ آچھے ہیں



تسلیف  
ایم الماخرین مولانا محمد الشدوٹا صاحب  
حضرت علامہ

۱۔ الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام

۲۔ بھیڑنما بھیڑیے (بعض گمراہ گروں کی نشاندہی)

۳۔ دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ

۴۔ دین اسلام کے خدوخال

۵۔ نبی الانبیاء

۶۔ اسلام کے بدترین دشمن

۷۔ حدیث مجدد اور مودودی صاحب

۸۔ سواد اعظم اور ابن سبیل کی

۹۔ علماء اہل سنت کی نظر میں یزید

۱۰۔ مروجہ حسنات (گہرائی مولوی حناہت اللہ صاحب کی کتاب تجرہ و بدعات کا رد)

۱۱۔ الرد علی الغبی فی ظہور الامام المحدثی

ایم الماخرین حضور قبلہ صوفی

مولانا محمد الشدوٹا صاحب

نقشبندی قادری مجددی

ہر سال 25 رمضان المبارک

وجہ 11 بج کر 35 منٹ

عمر مبارک